يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة

رسالۂ نافعہ مسمّٰی بہ

کلمہ کی کل

از تازہ افاضات

مولانا الاجل حاجی شاہ محمد ولی اللہ قادری مدظلہم العالی

باہتمام

خاکسار فقیر احمد پٹیل ابن پیر احمد پٹیل پنشنر خواجہ پور

ساکن ہبلی۔ متوطن بنکاپور۔ ضلع دھارواڑ

مطبوعۂ الکلام الیکٹرک مشین پریس بنگلور سٹی

۱۹۳۲ء

قیمت فی جلد چار آنے (۴؍)

يثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا
وفی الاٰخرۃ

رسالہ نافعہ مسمّٰی بہ

کلمہ کی کل

از تازہ افاضات

مولٰنا الاجل حاجی شاہ محمد ولی اللہ قادری دام ظلہم العالی

باہتمام

خاکسار فقیر احمد پٹیل ابن پیر احمد پٹیل پنشنر خواجہ پور

ساکن ہبلی۔ متوطن بنکاپور ضلع دھارواڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

اَللّٰھُمَّ اِنّی اُشھدک بانی اشھد ان لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک و اُشھدک بانی اشھد ان سیدنا محمدًا عبدک ورسولک وانی انسئلک اللھم ان تصلّی وتسلّم وتبارک علیہ وعلی آلہ واصحابہ وجمیع تابعیہ صلوٰۃً وسلامًا تغفرلی بھا ولوالدی ولشیوخی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات ۔ فانک انت بالاجابۃ جدیر وانت علی کل شیٔ قدیر۔

امّا بعد ۔ فقیر حقیر خاکسار **شاہ محمد ولی اللہ** قادری عفی عنہ ۔ ابن قدوۃ العارفین زبدۃ الکاملین مولانا مولوی حاجی شاہ محمد قادری رحمہ اللہ ، وادنیٰ تلامذۂ شیخ الاسلام ہند ، امام الزمان ، علمائے متبحرین ، سردار محققین ، سند الفضلائے کاملین ، مولانا الحاج مولوی **محمد عبد الحی ابو الحسنات لکھنوی فرنگی محلی** ۔ وکمترین خلفائے قدوۃ الواصلین ، اسوۃ العارفین ، قطب الوقت ، حضرت سید شاہ **رکن الدین** قادری ویلوری ، خلف الرشید حضرت قطب ویلور مولانا الحاج سید شاہ **محی الدین** قادری ویلوری صاحب جواہر الحقائق ، وجواہر السلوک ۔ ونیز شیخ الشیوخ قطب العصر حضرت حاجی **امداد اللہ** چشتی القادری مہاجر مکی قدس اللہ اسرارھم وافاض علینا بفیوضھم وبرکاتھم وحشرنا معھم **عرض رسا ہی کہ ای طالب خدا** ، خدائے پاک تجھکو دونوں جہان میں نیک بخت گردانے ، جان لے کہ

ہر مومن و مسلمان، عاقل و بالغ پر، خواہ مرد ہو یا کہ عورت فرائض پنجگانۂ اسلام میں سے **پہلا فرض** کلمۂ طیبہ کا پڑھنا اور اُس کے معنوں کا سمجھنا اور دل کی سچوٹی کے ساتھ اوسکو سچا جاننا اور ماننا اور اُس پر مضبوط اعتقاد رکھنا ہے۔ یہانتک کہ اس فرض کے پہلے ادا کرنے کے بغیر، آدمی نہ تو مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ مومن ہوسکتا ہے لیکن \ طالب خدا کو چاہیئے کہ وہ پہلے اس کلمۂ طیبہ کے لفظوں کا صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھ لے اور اُسکی ترتیب لفظی و معنوی میں اپنی جانب سے کسی طرح کے تصرف کو یعنی تغیر و تبدیل کو روا نہ رکھے۔ بعدازاں اُس کے مضمون کو، معنوں کو، اچھی طرح سے جانے او ر اطمینان قلبی کے حاصل ہونے تک پوری تحقیق کرے۔ کیونکہ یہ کلمۂ طیبہ وہ پاک کلمہ ہے کہ جس کے تمامی الفاظ نہایت ہی مقدس اور پاک تر ہیں اور اُس کی ترتیب لفظی و معنوی ایسی لوئ علیٰ نور ہے کہ جس کے جان لینے اور سمجھ لینے اور بہ صدق اُس کے پڑھ لینے سے اُسکی تجلّیٔ ذاتی اپنے کرشمۂ غیبی سے اوس دل انسانی کو، جو عمر بھر کے کفر و شرک کی تو بہ تو اندھیریوں سے تیرہ و تار بنا ہوا تھا، آن واحد میں نورِ ایمان و اسلام سے منور و روشن کیئے دیتی ہے اور اوس کلمہ کے اندر غور و فکر کرنے سے انسان ناقص، مرتبۂ حیوانیت سے نکل کر ایسے اعلیٰ درجۂ کمال کو پہونچ جاتا ہے کہ فرشتوں سے بھی گوئی سبقت لیجاتا ہے۔ اور جب انسان کو اس کلمۂ طیبّہ کے معانی صحیحہ سے انکار ہے تو وہ جب تک کہ اس حالت میں ہے تب تک فی الواقع مردود بارگاہِ حضرتِ رحمانِ عزّ اسمہٗ، اور بدتر از حیوان بلکہ کتّا شیطان ہے۔ خیالاتِ انسان میں جس قدر کفر و شرک کی برائیاں کہ پیدا ہوسکتی ہیں اُن سب کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ نے کیلئے ہی، حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدائے پاک کی طرف سے یہ کلمۂ طیبّہ لائے ہیں اور اسکی تعلیم و تلقین فرمائی ہے۔ زنگ خوردہ دل انسانی کے صیقل کرنیوالی۔ آدمی کو باایمان بنانیوالی سوائے اس کلمۂ طیبّہ کے کوئی اور چیز ہے ہی نہیں۔ شریعت و طریقت کا اصلی سرمایہ، حقیقت و معرفت کے خزانہ کی کونجی اگر ہے تو یہی کلمۂ طیبّہ ہے۔ انسان ظلوم و جہول کو مومن و صالح و متقی کرنیوالی، ولی غوث قطب اور خلیفۃ اللہ بنانے والی کوئی چیز ہے تو یہی کلمۂ طیبہ ہے اور بس۔ اس کے بغیر نہ تو آدمی خدا کو پا سکتا ہے اور نہ رسولؐ

تھندے کے نیچے آسکتا ہے یہی اصل حبل المتین اللہ عز و جل کی کہ جس کے پکڑنے کے سبب سے انسان ضعیف البنیان دُنیا و آخرت کے نقصان و خسران سے نجات پا سکتا ہے۔ اور خدائے عزّ و جل کی خدائی بھر میں اشرف المخلوقات کہلا سکتا ہے۔ مگر نہایت ہی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آجکل کے تھوڑے نابالغ پیران طریق، اور بالکل بے پیر گیٔ عزیز مشائخان و پیرزادگان جد فروش، دیانت و دین فراموش نے زمانہ بھر میں یہ شور مچا رکھا ہے کہ (خود اس کلمۂ طیّبہ کے اندر، دو کفر اور چار شرک موجود ہیں۔ جب تک اُن کو اس کلمہ میں سے نکال کر دور نہ کریں تب تک کلمہ ہرگز پاک نہیں ہوتا۔) چنانچہ میرے مکرم عالی وقار ذوالاقتدار صاحب اقبال، دریا نوال، ذی شعور، شریف نزدیک و دور، بڑے صاحب کنڑاکٹر، دام اقبالہم نے ایک روز جبکہ فقیر بہ مقام کلادگی (صاحب موصوف کے داخل بیعت ہونے کے پیشتر) اُن کے یہاں مہمان تھا۔ مجھ کو یہی سوال پیش کیا۔ کہ کلمہ کے اندر جو دو کفر اور چار شرک ہیں، سو اُن کے دور کرنے کی صورت کیا ہے کیونکہ مرشدان طریق اکثر کہتے ہیں کہ جب تک کلمہ میں سے ان کو دور نہ کریں تب تک یہ کلمہ، جو ہم پڑھتے ہیں پاک نہیں ہوتا۔ صاحب موصوف کی زبان سے ان الفاظ کے سُننے کے ساتھ بخدا فقیر تھرّا ہی گیا۔ اور اللہ پاک کی پناہ مانگی۔ پس میرے اس محبِّ گرامی، نکتہ رس سخن شناس سامی کا یہی سوال اس رسالہ کی تحریر کا زبردست باعث ہوا۔ اللہ پاک صاحب موصوف کو اس کی جزائے خیر عنایت فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

اے خدائے پاک، یہ کیسے ناپاک باطن، بے پیرے ہیں کہ ہر طرح کے کفر و شرک کی ناپاکی کو دور کرنے کے واسطے جو پاک ترین کلمات کہ تیری طرف سے نازل ہوا ہے، یہ کور باطن خود اُسی کلمۂ طیبہ کو کفر و شرک کی ناپاکی سے بھرا جانتے ہیں۔ حالانکہ در اصل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ خود ان کے باطن میں از سرتاپا، کفر و شرک کی بُرائیاں جو بھری ہوئی ہیں محض اُن کو چھپانے کے لئے یہ ناپاک بزرگان اُس تیرے پاک ترین کلمات پر ناپاکی کا یہ جھوٹا بہتان لگاتے ہیں۔ کیونکہ ہر ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمدی کے تمامی علما اور جملہ اکابر اولیا، شیوخ طریقت، پیشوایانِ طریقت و ملت کا بالاتفاق اس پر اجماع ہے کہ ایمان کی حقانیت

ناپاکیوں کی دور کرنیوالی، ہر طرح کے کفر و شرک کو جڑ سے اُکھیڑنے والی کوئی چیز، در اصل سوائے اس کلمۂ طیبہ کے دوسری ہے ہی نہیں۔ باایں ہمہ یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ خود اس کلمۂ طیبہ کے اندر کفر و شرک کے الفاظ یا معانی موجود رہ سکیں، ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ کیا کوئی ادنیٰ سا ذی شعور بھی یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ جس چیز کے اندر خود ہی نجاست کفر و شرک کی بھری ہے وہ چیز دوسرے کو کفر و شرک کی نجاست سے پاک کرسکتی ہے ہرگز نہیں تسلیم کرسکتا۔ پس طالبان خدا کو چاہیے کہ ان ناپاک طعن بے پیروں کی ایسی ناپاک باتوں کی طرف ہرگز ہرگز کان تک نہ جھکائیں۔ بلکہ اُن کی صحبت سے تک، سخت پرہیز کریں اور صدق دل کے ساتھ اِس کلمۂ طیبہ کو عین سراس الایمان اور اصل اصول اسلام، جانیں۔ اور مانیں۔ اور اسکی ترتیب موجودہ لفظی و معنوی میں کسی طرح کی تبدیل و تغیر کو اپنی جانب سے روا نہ رکھیں۔ کیونکہ اس کلمۂ طیبہ کے الفاظ و معانی کی ترتیب موجودہ میں اپنی طرف سے تغیر و تبدیل کرنے کے سبب سے بھی آدمی کفر و شرک میں پھنس جاتا ہے۔ لہٰذا اس رسالہ میں پہلے اس عام غلط خیال کے لوگوں میں پھیلنے کی وجہ کے بیان کرنے کے بعد اولاً اس تغیر و تبدیل لفظی و معنوی کی توضیح کیجاتی ہے کہ جس کے سبب سے آدمی کفر و شرک میں پھنس جاتا ہے۔ ای طالب خدا، تو اُسکو اچھی طرح سے سمجھ لے اور خیال میں رکھ کے ہمیشہ اس طرح کی تغیر و تبدیل سے پرہیز تاکہ تیرا ایمان سلامت رہے۔ اور دُنیا و آخرت میں تجھکو نجات کامل حاصل ہوجائے۔

مقدمہ

اے طالب خدا جان لے کہ پیشوایانِ دینِ متین علیہم الرحمۃ والرضوان میں سے کسی ایک بزرگ جلیل القدر کا ایک شعر معروف زبان زدِ مرشدین و مشائخین ہے۔ سو وہ شعر یہ ہے۔ ؎

در کلمہ کفر دو شرک انہ چہار — از طفیلِ مرشدِ کامل برآر

اور ظاہر ہے کہ اس شعر کے لفظی معنے یہ ہوتے ہیں "کلمہ میں دو کفر اور چار شرک ہیں تو مرشد کامل کے طفیل سے ان کو نکال دے۔ اور ایک بزرگ کا یہ شعر بھی مشہور ہے

۵ - کفر وشرکِ لاالٰہ راگر نہ دانی اے گدا ؁ تاقیامت خوانده باشی نیست مقصودے ترا -
اور ظاہر ہے کہ اس شعر کے لفظی معنے یہ ہوتے ہیں کہ اے فقیر اگر تو لاالٰہ کے کفر وشرک
کو نہیں جانتا ہے اور بغیر جاننے کے صرف لاالٰہ کے الفاظ کو قیامت تک بھی تو پڑھتا رہیگا
تو اُس سے تجھکو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا - چونکہ پہلے شعر میں درِ کلمہ کا لفظ موجود ہے اور
دوسرے شعر میں لاالٰہ کا لفظ موجود ہے - جو ترکیبِ اضافی کی صورت میں کفر وشرک کا مضاف
الیہ واقع ہوا ہے - اور ترکیب اضافی سے متکلم کا مقصود، مضاف کی توضیح ہوا کرتی ہے
جیسے کہ گھر کا آدمی اس ترکیبِ اضافی سے یہی مقصود لیا جاتا ہے کہ وہ آدمی جو متکلم کے
گھر میں رہا کرتا ہے - بہ دستور گھر کا روپیہ اس ترکیب اضافی سے بھی یہی مقصود لیا جاتا ہے کہ وہ
روپیہ جو متکلم کے گھر میں یا اُسکی ملک میں ہے - بس اسی قدر اٹکل پر سے چند پیرانِ نابالغ اور بے
پیرے مشائخوں پیر زادوں کے خیالِ ناقص میں یہ بات جم گئی کہ پہلے شعر میں جو لفظ کلمہ کا موجود ہے
مراد اُس سے کلمۂ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے - کیونکہ دوسرے شعر میں تصریح اُس کی
لفظ مرکبِ اضافی کفر وشرک لاالٰہ کے ساتھ آچکی ہے - اور پہلے شعر میں لفظ کلمہ کے پہلے لفظ
در بھی موجود ہے جس کے معنے میں یا بیچ یا اندر کے ہوتے ہیں - تو پھر مذکور ترکیبِ اضافی کے
قاعدہ پر سے اور لفظ درِ کے معنے پر سے اپنے ذہن میں ثابت کر لیا کہ کہنا ان بزرگوں کا یہی ہے کہ
کلمۂ طیبہ کے اندر دو کفر اور چار شرک جو موجود ہیں اُن کو مرشد کامل کی تلقین وارشاد کے طفیل
سے نکالنا اور دور کرنا ایک ایسا ضروری امر ہے کہ بغیر اُس کے کلمہ کا پڑھنا ہرگز مفید نہیں -
بلکہ بغیر اس کفر وشرک کو نکالنے کے کلمۂ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ طیب یعنی پاک ہی نہیں کہلا سکتا
بس اسی خیالِ خام کی بنا پر (درِ کلمہ کا لفظ ہے اور کفر وشرکِ لاالٰہ کا مرکب اضافی موجود ہے)
دُنیائے اسلام میں ایک دھوم مچادی کہ خود ہی کلمۂ طیبہ کے اندر دو کفر اور چار شرک موجود ہیں -
شریعت کے علمائے ظاہر اُن کو نہیں جانتے ہیں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں - اور تمام عالم مسلمان
اونہی کے پیچھے لگے - گمراہ ہو رہے ہیں -

ان دیارِ بے پیرگی میں مخلوق نابالغ پیرانِ طریق سے نہایت ہی تعجب ہے، کہ محض اپنے خیال
خام جہل مرکب لاکلام سے اُن پیشواؤں کو کہ یہ اشعار مذکورہ جنکے طبعزاد ہیں - زمانہ بھر میں نام

کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ حضرات تقدس صفات حاشا وکلا در اصل ان کے اس بہتان وافترا سے بالکل پاک اور بری ہیں۔ اُن مقتدایانِ طریق کا ہرگز یہ مقصود نہیں۔ جو یہ سر تا سر ایانِ اجمل کہہ رہے ہیں۔ شعر اول میں لفظ کلمہ سے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہرگز اُن بزرگوں کی مراد نہیں ہے۔ اور دوسرے شعر میں ترکیبِ اضافی کفر و شرک لا الٰہ سے وہ توضیح ہرگز ہرگز مقصود نہیں۔ جوان نابالغ پیرو نے مانند مرکب اضافی گھر کا آدمی یا گھر کا روپیہ وغیرہ سے لی ہے ان بے چاروں کو سرے سے اس بات کی خبر تک بھی نہیں کہ ترکیب اضافی کئی قسم کی ہوا کرتی ہے۔ اور کس موقع پر کونسی توضیح مراد لی جاتی ہے۔ اور لفظ کلمہ کے معنے لغت میں کیا ہیں اور صوفیوں کی اصطلاح میں کیا ہوتے ہیں۔ اگر یہ بیچارے ناواقف کار دوسرے شعر کے مرکب اضافی "کفر و شرکِ لا الٰہ کی اصلی توضیح سے واقف رہتے یا ہوتے تو شعر اول کے لفظ کلمہ سے کلمۂ طیبہ ہرگز مراد نہ لیتے۔ اپنی نادانی اور ناواقفیت کے باوجود بزرگانِ دین پر ان کا بہتان لگانا اور اُن کو اس طرح بدنام کرنا کیا در اصل "چھوٹا منہ بڑی بات" کا مصداق نہیں ہے قطعًا اُسی کا مصداق ہے بے شک۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا (یعنی بہت ہی بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہی ہے نہیں کہتے ہیں یہ لوگ مگر سراسر جھوٹ) ان جہلا کو پہلے یہ خیال کرنا تھا کہ کوئی بزرگ کیسے ہی بلند مرتبہ والے ہوں کیا وہ کسی وقت میں کسی طور پر بھی خدائے پاک اور اُس کے رسول صاحب لولاک سے بھی بڑھکر اسرارِ حقیقت سے زیادہ واقف اور جاننے والے تسلیم کئے جا سکتے ہیں ہرگز تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔ یہ مسئلہ تو عام طور پر کھلا کھلا اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن سب کے نزدیک بالاتفاق مسلّم شدہ ہے کہ حقائق اصلیہ موجودات کا سب سے زیادہ جاننے والا پہلے تو خداوند علیم علام ہے۔ جل جلالہٗ، اور اُس کے بعد سب سے زیادہ واقف ترین رازو رمز نہاں حضرت رسول انس وجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہیں۔ پس اگر فی الواقع کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس ترتیبِ لفظی و معنوی موجودہ کی صورت میں کوئی لفظ یا معنی ایسا موجود ہوتا جو کفر اور شرک پر مشتمل واقعی ہو۔ تو خدائے پاک جل جلالہٗ اپنے کلام پاک قطعی الثبوت میں اس کلمہ کو جو اصل الاصولِ اسلام ہے۔ قولِ ثابت اور کلمۂ طیبہ کیوں فرماتا۔ اور اُس کے رسول مخبرِ صادق اس کلمہ کو کلمۂ طیبہ کا خطاب کیوں بخشتے۔ اور جب

خدا نے اور اس کے رسول نے ان دونوں نے جو در اصل بالکل سچی خبر کے دینے والے ہیں۔ اس کلمہ کو کلمۂ طیبہ کا نام دیا ہے۔ تو پھر کوئی سچا باایمان شخص کیونکر کہہ سکتا ہے کہ اس کلمے کے اندر خود ہی شرک اور کفر کے الفاظ یا معانی موجود ہیں۔ معاذ اللہ منہا۔ کوئی سچا مسلمان ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا۔ واللہ باللہ ثم تاللہ کوئی باایمان کسی طرح ایسا کہہ سکتا ہی نہیں پھر تو واجب ہو گیا کہ کسی بزرگ یا پیشوائے دین کے کسی کلام میں بظاہر اس قسم کے معنے رکھنے والا کوئی لفظ یا جملہ پایا جاوے تو فوراً یہ کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس لفظ یا جملے کے ہرگز وہ معنے مقصود نہیں ہیں جو بظاہر فی الفور ہمارے ناقص خیال میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ در اصل کسی پیشوائے دین کا کوئی کلام، کلام صریح خدا و رسولِ خدا کے خلاف یک ہرگز نہیں ہو سکتا حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

مپندار سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

یہی ہے قاعدۂ کلیہ، متفق علیہا تمامی اہلِ اسلام امتِ محمدی کا جس شخص نے اس سیدھی راہ سے منہ موڑا وہ فی الواقع گمراہ ہو ہی گیا۔ یہ تو قطعاً ہر شخص باایمان کو لازم ہی ہے کہ یقین کرلے کہ پہلے شعر میں لفظِ کلمہ سے مراد کلمۂ طیبہ ہرگز نہیں ہے اور دوسرے شعر میں ترکیب اضافی کفر و شرکِ لا الٰہ سے ہرگز وہ توضیح مقصود نہیں جو یہ پیرانِ نابالغ بتاتے ہیں۔ قواعد صرف و نحو اور محاورۂ زبان کے مطابق ہر جگہ ہر موقع پر وہی مقصود نہیں لیا جاتا۔ جو ترکیب اضافی گھر کا کام یا گھر کا روپیہ سے لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ سعدی کی گلستان اس ترکیب اضافی سے ہرگز یہ توضیح مقصود نہیں لیجاتی۔ وہ گلستان جو سعدی کے اندر ہے بدستور نوکر کا کام اس ترکیب اضافی سے بھی ہرگز یہ مقصود نہیں لیا جاتا، وہ کام جو نوکر کے اندر ہے۔ ایسا ہی عقل کا آفتاب اس ترکیب میں بھی یہ مقصود ہرگز نہیں کہ وہ آفتاب جو عقل کے اندر ہے۔ اور اسی طرح یہ شیرِ خدا۔ اس ترکیب میں بھی یہ مقصود ہرگز نہیں کہ وہ شیر جو خدا کے اندر ہے بلکہ ہر شخص جو کچھ بھی اردو کے محاورہ یا قواعدِ صرف و نحو سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ سعدی کی گلستان اس ترکیب اضافی سے یہ مقصود ہے کہ وہ گلستان جو سعدی کی تصنیف کی ہوئی ہے۔ اور بدستور نوکر کا کام اس ترکیب اضافی سے یہ مقصود ہے کہ وہ کام جو نوکر کرتا ہے۔ اور عقل کا آفتاب۔ اس ترکیب اضافی سے مقصود یہ

وہ عقل جو آفتاب کے ایسی روشن ہے اور شیرِ خدا اس ترکیب سے یہ مقصود لیا جاتا ہے۔ وہ شخص
جس کو خدا نے شیر کا خطاب دیا ہے۔ یا خدا نے جس کو شیر کے مانند جوانمرد بنایا ہے۔ کیونکہ
ترکیبِ اضافی اوّلاً دو قسم پر منقسم ہوتی ہے ایک اضافتِ لفظی دوسری اضافتِ معنوی، اضافتِ
لفظی کا استعمال کئی طرح پر ہوا کرتا ہے۔ کبھی مضاف فاعل ہوتا ہے اور مضاف الیہ اُسکا
مفعول جیسے تمام عالم کا خدا۔ اس سے یہ مقصود لیا جاتا ہے کہ وہ خدا جس نے تمام عالم کو پیدا
کیا۔ یا وہ خدا جو تمام عالم کو پالتا اور پرورش کرتا ہے۔ اور کبھی مضاف مفعول ہوتا ہے۔
اور مضاف الیہ اُس کا فاعل جیسے زید کا خط۔ اس سے یہ مقصود لیا جاتا ہے۔ وہ خط جس کو
زید نے لکھا ہے۔ اور کبھی مضاف ظرف ہوتا ہے اور مضاف الیہ اُس کا مظروف جیسے کان کا
سونا۔ اس سے یہ مقصود لیتے ہیں۔ وہ سونا جو کان میں بنتا یا رہتا ہے۔ اور کبھی مضاف
مظروف ہوتا ہے اور مضاف الیہ اُس کا ظرف جیسے سونے کی کان یعنی وہ کان جس میں سونا
رہتا ہے اور کبھی مضاف مصدر ہوتا ہے اور مضاف الیہ اس کا فاعل جیسے فرعون کا غرق۔
اس میں فرعون فاعل ہے غرق کا۔ اور کبھی مضاف مصدر ہوتا ہے اور مضاف الیہ اُس کا مفعول
جیسے امام حسین کا قتل۔ اس میں امام حسین مفعول ہیں قتل کے۔ اِن اقسام کے علاوہ اضافت
معنوی کے اقسام الگ ہوا کرتے ہیں جیسے عقل کا آفتاب یہ اضافت تشبیہی کہلاتی ہے۔ موت
کا پنجہ یہ اضافت استعارہ کی مثال ہے۔ چاندی کی انگوٹھی۔ یہ اضافت توضیحی کی مثال ہے
سونے کا رنگ۔ یہ اضافت تخصیصی ہے۔ میرا گھر یہ اضافت تملیکی کہلاتی ہے۔ ایسے ہی اور بھی
بہت سے اقسام ہیں اضافتِ معنوی کے۔

الحاصل

الحاصل۔ دوسرے شعر میں جو مرکب اضافی کفر و شرکِ لا اِلٰہ وارد ہے سو یہ
ترکیب اضافی ہیں دراصل مضاف مفعول ہے اور مضاف الیہ اُس کا فاعل یعنی وہ کفر و شرک
جس کو لا اِلٰہ اِلّا اللہ دور کرتا ہے۔ جیسے میرے حرف یعنی وہ حروف جن کو میں نے لکھا ہے
فارسی میں حرفِ من اور نوکر کا کام۔ فارسی میں کارِ خادم یعنی نوکر کا کیا ہوا کام۔ اور
بوستانِ سعدی، سعدی کی بوستان یعنی وہ بوستان جسکو سعدی نے بنایا۔ غذائے شیر
شیر کی غذا یعنی وہ غذا جس کو شیر کھایا کرتا ہے۔ صدہا مثالیں اس قسم کی محاورہ روزمرّہ میں

زبان زد خاص و عام ہیں جنمین مضاف مفعول ہوا کرتا ہے اور مضاف الیہ اُس کا فاعل ۔
پس کفر و شرک لا الٰہ کی ترکیب اضافی میں بھی اضافت مفعول کی طرف فاعل کے ہے۔ یعنی وہ
کفر و شرک جس کو لا الٰہ الا اللہ دور کرتا ہے۔ اس ترکیب میں اضافت مظروف کی طرف ظرف
کے ہرگز نہیں ہے ۔ اور مذکورہ ترکیب میں مضاف کا مظروف اور مضاف الیہ کا ظرف ہونا
کسی صورت سے بھی ممکن نہیں ہے۔ اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ خدا کے وجود کا اور
اُس کی وحدانیت کا اقرار ہے ۔ اور کفر خدا کے وجود کا انکار اور شرک ایک سے زیادہ ،
خداؤں کے وجود کا اقرار ہے ۔ اور ہر ایک صاحب عقل سلیم خوب جانتا ہے کہ ان دونوں یعنی
کلمۂ لا الٰہ الا اللہ میں اور کفر و شرک میں تضادِ حقیقی ہے پس ان میں سے ایک کا دوسرے کے
لئے ظرف بننا محال قطعی ہے۔ کیونکہ اجتماعِ ضدین بالاتفاق محال ہے۔ پھر تو ثابت ہو گیا کہ ترکیب
مذکورہ میں قطعاً اضافت مفعول کی طرف فاعل کے ہے نہ کہ اضافت مظروف کی طرف ظرف کے
اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ دوسرے شعر کے مرکب اضافی سے وہ مقصود نہیں ہے جو ان پیران ناہالغ
کا زعم فاسد ہے ۔ تو پھر یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ شعرِ اول میں لفظ کلمہ سے کلمۂ طیبہ بھی ہرگز
مراد نہیں ۔ جیسا کہ ان بے پیروں کا شور و غوغائے ، باطل ہے ۔ اور فی الواقع اُس شعر
اول میں لفظِ کلمہ سے مقصود ہرگز کلمۂ طیبہ نہیں ہے۔ اور کسی طرح سے یہ مقصود ہرگز نہیں
لیا جا سکتا ۔ کیونکہ اوپر ثابت کر دیا گیا ہے کہ کفر و شرک اور کلمۂ طیبہ یہ دونوں ایک دوسرے
کے ضد واقعی ہیں اور اجتماعِ ضدین محالِ واقعی ہے تو پھر اقرار ہی کرنا پڑا کہ اس شعرِ اول میں لفظ
کلمہ کے معنے دوسرے ہی ہیں ۔ نہ کہ کلمۂ طیبہ ۔ چنانچہ فی الواقع معنی مقصود اوس لفظ کلمہ سے جو پہلے
شعر میں واقع ہے خود ذاتِ انسان ہے۔ کیونکہ حضرات صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی اصطلاح
میں تمام مخلوقاتِ الٰہیہ کو کلمات اللہ کہتے ہیں۔ اسلئے کہ جس طرح پر نفس انسانی سے کلمات انسانی
کا ظہور ہے اُسی طرح پر نفس رحمانی سے ان تمام مخلوقات کا ظہور ہوا ہے ۔ پس خود انسان بھی
کلماتِ الٰہیہ میں سے ایک شریف تر کلمہ ہے ۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ و تقدس نے حضرت عیسیٰ علیٰ
نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وَكَلِمَتُهُ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے ۔ پھر تو پہلے شعر کا
مطلب یہ ہوا کہ اے انسان تجھ میں کفر و شرک کا رہنا بالکل نازیبا ہے کیونکہ تو خود کلمۃ اللہ ہے

لفنس رحمانی سے تیرا ظہور ہوا ہے۔ پس رحمان کے وجود کا انکار جو کفر اصلی ہے اور اس کے مانند دوسرے کو موجود بالذات ماننا جو شرک قطعی ہے ہرگز تیرے لئے زیبا نہیں۔ پھر مرشد کامل کی صحبت میں جب تک تو نہ جائیگا اور اس سے تلقین حاصل نہ کریگا تب تک تو دو طرح کے کفر اصلی اور چار طرح کے شرک اصلی سے ہرگز پاک نہ ہوسکیگا۔ اس لئے تجھپر فرض ہے کہ تو مرشد کامل کی تلاش کرکے اس سے تلقین حاصل کرے تاکہ جو کفر و شرک تیری سمجھ میں جا ئیگیر ہیں اُن سے تجھکو نجات حاصل ہو اور تو ایمان حقیقی سے بہرہ مند سرفراز بنجائے۔ بس یہی ہیں معنے صحیحہ اس شعر اول کے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ پس اے طالب صادق اب تو ہی کچھ غور صحیح فرما کہ دراصل اُن بزرگان دین کا مقصود و مدعا ان شعروں سے کیا ہے۔ اور یہ بے پیرے بزرگان و مشائخان کہہ رہے ہیں کیا معاذ اللہ اللہ کی پناہ خدائے پاک ہمکو اور اُن کو اور تمام برادران اسلام کو حقائق واقعیہ سے آگاہی عنایت فرمادے۔ اور اپنی اور اپنے حبیب پاک کی سچی پیروی کے صراط مستقیم پر قائم رکھے آمین ثم آمین۔

فصل پہلی - ای طالب صادق جان لے کہ اس کلمۂ طیبہ میں (کہ جس کا پڑہنا اور سیکھنا اور اُسکے معنوں کا جاننا اور اُسپر دل کی سچوٹی کے ساتھ مضبوط اعتقاد رکھنا ہر ایک مسلمان عاقل و بالغ پر پہلا فرض ہے۔) تمامی الفاظ سات (۷) اور اُن میں سے غیر مکرر لفظ چھ (۶) ہیں جو دو جملوں کی صورت میں مرتب ہیں۔ چنانچہ وہ الفاظ اور اُن کے معانی حقۂ صحیحہ یہ ہیں لَا نہیں ہے۔ اِلٰہَ کوئی معبود اِلَّا مگر اَللّٰہُ اللہ تعالیٰ شانہ مُحَمَّدٌ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم رَسُوْلُ رسول یعنی پیغمبر ہیں اَللّٰہِ اللہ تعالیٰ شانہ کے۔ ان تمامی سات لفظوں سے دو جملے بنے ہوئے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو خدائے پاک کی معبودیت کی توحید کے اقرار کے لئے موضوع ہے۔ یہ پہلا جملہ ہے۔ اور دوسرا جملہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے لئے موضوع ہے۔ پس اگر اس کلمۂ طیبہ کی اس ترتیب لفظی و معنوی موجودۂ مذکورہ میں تغیر و تبدیل کی جائے اور اس تغیر و تبدیل کے کرنیکے سبب سے جو نئے جملے کہ نئی ترتیب سے بنتے ہیں اُن نئے جملوں کے معانی کے بموجب عقیدہ بھی رکھا جائے تو دو طرح کے کفر اور چار طرح کے شرک لازم آتے ہیں اسلئے طالب مولیٰ تعالیٰ شانہ کو چاہیئے کہ کلمۂ

طیبہ کی اس موجودہ ترتیب لفظی و معنوی میں اپنی جانب سے کوئی تصرف یعنی تغیر و تبدیل کسی طرح کی نہ کرے اور خلاف میں اس ترتیب موجودہ کے ہرگز اپنا عقیدہ نہ رکھے۔ اور تفصیل ان تصرفاتِ بیجا کی کہ جن کے سبب سے دو کفر اور چار شرک لازم آتے ہیں یہ ہے کہ:

(۱) "اگر کسی پڑھنے والے نے اس کلمۂ طیبہ کے پہلے جملۂ اقرارِ توحیدِ خدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں سے صرف لَآ اِلٰہَ کو اُسکے مابعد سے الگ کر کے ایک جملہ ٹھیرا لے یعنی اُس کے بعد میں جو لفظ اِلَّا اللّٰہُ کہ مستثنیٰ ہے لَآ اِلٰہَ کا، اس مستثنیٰ منہ کے ساتھ اس مستثنیٰ کو نہ ملا کر صرف لفظ لَآ اِلٰہَ کو ہی ایک جملۂ منفی قرار دے لیوے اور اس نئے جملۂ منفی کے جو معنے کہ ہوتے ہیں اُسی بموجب عقیدہ بھی رکھے تو وہ شخص ضرور کافر ہو جاویگا کیونکہ اس نئے جملۂ مستقلۂ منفیہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی معبود برحق نہیں ہے۔ حالانکہ فی الواقع وہ ذات پاک جس کا نام نامی اللہ ہے جل جلالہٗ۔ وہ معبود برحق موجود ہے ہی اور عقلاً و نقلاً بالاتفاق اُس کا (یعنی اللہ پاک کا) معبود برحق ہونا ثابت قطعی ہے ہی اور جب باوجود اس ثبوت بیّن کے یہ شخص ایسا کہتا ہے اور عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ کوئی معبود برحق ہے ہی نہیں۔ تو پھر اُس شخص کے کافر ہو جانے میں کوئی شبہ ہی باقی نہ رہا مگر اُس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کفر جو لازم آیا سو اس سبب سے لازم آیا کہ اس نے لفظ اِلَّا اللّٰہُ کو جو جملۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں لَآ اِلٰہَ کے ساتھ ملا ہوا اُس کا مستثنیٰ تھا اس مستثنیٰ منہ سے اس مستثنیٰ کو جدا کر کے صرف لَآ اِلٰہَ کو ایک جملۂ مستقلۂ منفیہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ کبھی لفظ لَآ اِلٰہَ کو اُس کے مستثنیٰ لفظ اِلَّا اللّٰہُ سے جُدا نہ کرے اور فقط لَآ اِلٰہَ کو ایک جملۂ منفیہ مستقلہ ہرگز قرار نہ دیوے۔ اور کبھی اس نو ایجاد جملۂ منفیہ لَآ اِلٰہَ کے مطابق عقیدہ نہ رکھے۔"

(۲) "اور اگر کسی پڑھنے والے نے اس کلمۂ طیبہ کے مذکور پہلے جملۂ اقرار توحید میں سے لفظ لَا کو دوسرے جملۂ اقرارِ رسالت میں سے لفظ رسول کے ساتھ ایک جملہ لَا رسول بنالیا اور پڑھا اور اُس نئے جملے کے جو معنے کہ ہوتے ہیں اُسی کے مطابق عقیدہ بھی

رکھا تو اس صورت میں بھی وہ کافر ہو ہی گیا۔ کیونکہ اس صورت میں یعنی لا رسول کہنے اور اُسی کے بموجب اعتقاد رکھنے کے سبب سے رسول کا انکار لازم آیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کہ رسول کے وجود کا ہی انکار کرتا ہے تو وہ شخص بھی قطعاً کافر ہے ہی، کسی طرح سے اُس کے کفر میں کوئی شک ہی نہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ یہ صورت کفر کی جو پیدا ہوئی سو جملۂ اقرارِ توحیدِ خدا میں سے لفظ لا کو لیکر اُس کے ساتھ دوسرے جملۂ اقرارِ رسالت میں سے لفظِ رسول کو ملا کر ایک نیا جملۂ منفیہ بنا لینے سے پیدا ہوئی ہے۔ پس یہ دونوں صورتیں کفر کی جو پیدا ہو گئیں کلمۂ طیبہ کی ترتیبِ لفظی و معنوی موجودہ میں اپنی جانب سے تصرفِ بیجا یعنی تغیر و تبدیل ناجائزہ کے جاری کرنے کے سبب ہی پیدا ہوئیں۔ دراصل کلمۂ طیبہ اپنی ترتیبِ لفظی و معنوی موجودہ کے ساتھ ان لوا حق عیبوں سے بالکل اور قطعاً منزہ اور پاک ہی ہے۔ پھر تو طالب کو چاہیئے کہ خود کو کلمۂ طیبہ کے اندر ایسے بیجا تصرفات اور تغیر و تبدیل کرنے سے دور اور باز رکھے اور ہرگز اُسکی ترتیبِ لفظی و معنوی موجودہ میں کسی طرح کی تغیر و تبدیل کو جائز نہ رکھے"۔

بدستور کلمۂ طیبہ کی موجودہ ترتیبِ لفظی و معنوی میں اپنی جانب سے تصرفات و تغیر و تبدیل بیجا کے کرنے سے جو چار شرک کہ پیدا ہوتے ہیں سو اُن کا بیان کیا جاتا ہے۔ غورِ صحیح کے ساتھ خیال کرنا چاہیئے۔

اگر کسی پڑھنے والے نے لا الٰہ الا محمد پڑھا، یعنی کلمۂ طیبہ کے پہلے جملۂ اقرارِ توحید ذاتِ باری میں سے لفظ اللہ کو نکال کر اُسکی جگہ میں لفظ محمد کو لگایا اور اُس نئے جملے کے جو معنی کہ ہوتے ہیں اسی بموجب عقیدہ بھی رکھا۔ یا کسی نے لا الٰہ الا رسول پڑھا۔ یعنی پہلے جملۂ اقرارِ توحیدِ خدا میں سے لفظ اللہ کو نکال کر لفظ رسول کو اُسی جگہ میں لگایا اور اس نئے جملے کے جو معنے کہ ہوتے ہیں اُسی کے مطابق عقیدہ بھی رکھا۔ یا کسی نے اللہ محمد پڑھا یعنی پہلے جملۂ اقرارِ توحیدِ خدا کے لفظ اخیر اللہ کو دوسرے جملۂ اقرارِ رسالت کے پہلے لفظ محمد کے ساتھ ملا کر ایک جملہ بنایا اور اس نئے جملے کے جو معنے کہ ہوتے ہیں اُسی کے مطابق عقیدہ بھی رکھا۔ یا کسی نے اللہ رسول پڑھا یعنی پہلے جملہ اقرارِ توحیدِ خدا کے اخیر لفظ اللہ کو دوسرے جملۂ اقرارِ رسالت میں سے

لفظ رسول کے ساتھ ملا کر ایک نیا جملہ بنایا اور اسی کے مانند عقیدہ بھی رکھا تو ان چار وضع ر توں میں وہ شخص بالضرور مشرک ہی قرار دیا جاویگا۔ کیونکہ پہلی دونوں صورتوں میں تو علانیہ محمد کو یا رسول کو الٰہ یعنی معبود قرار دیا ہے۔ اور دوسری دونوں صورتوں میں اللہ غیر مخلوق پر آسامی مخلوق کا حمل کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت محمد اور رسول یہ دونوں اللہ پاک کے مخلوق شدہ اور وہ ان کا اور تمام عالم کا خالق ہے اور ظاہر ہے کہ غیر خدا کو خدا کا ہم رتبہ قرار دینا ہی شرک ہے۔ اور چونکہ ان چاروں صورتوں میں غیر اللہ کو معبود ماننے یا غیر اللہ کو اللہ کے برابر جاننے کا اقرار صحیح موجود ہے لہذا ان چاروں صورتوں میں سے ہر ایک صورت کا پیدا کرنے والا اور اعتقاد رکھنے والا قطعاً مشرک ہوگا ہی۔ اس کے مشرک ہونے میں ہرگز کوئی شک وشبہ ہی نہیں، اسلئے کہ تمامی امتِ محمدیہ کے نزدیک بالاتفاق یہ بات مسلم ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات اور صفاتِ خاصہ میں کسی کو شریک کرنا ہی (اگرچہ کہ وہ غیر رسول یا پیغمبر ہی کیوں نہو) شرک صریح و شرکِ غلیظ ہے۔ بلکہ ایسے مقام پر تو اللہ پاک نے اسپر کفر کا اطلاق بھی فرمایا ہے جیسے کریمۂ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ۔ اور بھی کریمۂ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ اس امر کی شاہد واثق ہیں بس یہی چار صورتیں شرک کی تھیں جو کلمۂ طیبہ کی موجودہ ترتیب لفظی ومعنوی میں اپنی جانب سے تصرف بیجا یعنی تغیر و تبدیل کے کرنے سے لازم آئیں۔ پس طالب خدا کو چاہیئے کہ کسی طرح سے کلمۂ طیبہ کی موجودہ ترتیب لفظی ومعنوی میں تغیر و تبدیل کرنے کو ہرگز جائز نہ رکھے۔ اصل کلمۂ طیبہ اپنی موجودہ ترتیب لفظی ومعنوی کے ساتھ ان نو ایجاد خرابیوں اور برائیوں سے قطعاً بالکل منزہ اور پاک ہے ہی ان جملہای مخترعہ معانی نو ایجادیہ کے ساتھ اُس کلمۂ طیبۂ حقیقی کو جو اللہ پاک کی طرف سے نازل شدہ ہے دراصل کوئی تعلق یا کسی طرح کا لگاؤ یا کسی طرح کی کوئی نسبت مطلقاً ہے ہی نہیں، اور وہ کلمۂ طیبہ اپنی موجودہ ترتیبِ لفظی ومعنوی کی حیثیت سے نفس الامر میں عین راس الایمان اور اصل الاصول اسلام ہے ہی، اور ہر طرح کے کفر وشرک کو جو خیالاتِ انسانی میں پیدا ہوتے ہیں بالکل جڑ سے اُکھیڑ دینے والا ہی ہے۔ اور اسی کام کے لئے یعنی کفر و شرک کے دور کرنے، جڑ سے اُکھیڑ دینے کے لئے ہی حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے

اپنے اُمتیوں کو اس کلمۂ پاک کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے تاکہ اس کلمۂ پاک کے ورد اور اُس کے معانی حقۂ صحیحہ کے تصور اور تصدیق کی مداومت اور ملازمت سے ہر طرح کے کفر و شرک کی گمراہی سے بچے رہیں۔ اللہ پاک جل شانہٗ ہر مومن و مسلمان مرد و عورت کو اس کلمۂ طیبہ کے تصور و تصدیق کی ملازمت و مداومت کی دولت لازوال عنایت فرماوے۔ آمین ثم آمین ÷

فصل دوسری ۔ بیان اس بات کا کہ یہ کلمۂ طیبہ ہر طرح کے کفر و شرک کو جڑ سے اُکھیڑ کر پھینک دینے کیلئے ہی موضوع ہے ۔ اور اس کام کے لئے یہ کلمہ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ سو یہ ہے کہ اے طالب خدا جان لے کہ لفظ کفر کے معنے احسان کے انکار اور وجود محسن کے انکار کرنے کے ہیں جیسے کہ منعم کی، یعنی نعمت دینے والے کی دی ہوئی نعمت کے انکار کرنے والے کو کافر نعمت کہتے ہیں۔ چنانچہ خداوند عزّ و جل ارشاد فرماتا ہے ۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید ۔ یعنی اگر تم میری دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے توالبتہ میں تمکو اور نعمتیں زیادہ دونگا اور جو تم میری دی ہوئی نعمتوں کا، میرے کئے ہوئے احسان کا انکار کروگے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بہت ہی سخت ہے ۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مخاطب مستورات سے فرمایا کہ میں تم میں سے اکثر کو دوزخ میں دیکھتا ہوں ۔ آپ کے اس فرمانے کے بعد جب مستورات کی طرف سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ بکفرکن عشیرتکن یعنی تمہارے شوہروں کی نعمتوں کا جو تم انکار کرتی ہو (وہ تمہارے ساتھ کتنا بھی اچھا سلوک کریں، پھر بھی تم علے العموم یہی کہتی ہو کہ تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا یعنی اچھا سلوک نہیں کیا) میں دیکھتا ہوں کہ اس کے سبب تمکو دوزخ میں جانا ہوگا ۔ اور ایسے ہی حضرت سلیمان پیغمبر علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قول کو اللہ پاک نقل فرماتا ہے ھذا من فضل ربی لیبلونی ء اشکر ام اکفر ۔ جبکہ شاہزادی بلقیس کے تخت کو آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے اپنے علم کے زور سے آن واحد میں حضرت سلیمان کے پاس لاکر حاضر کردیا تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے (جو آن واحد میں بلقیس کے تخت کو میرے پاس پہونچادیا ۔) گویا میری آزمایش کی جارہی ہے

کہ میں اُس میرے رب کی ۔ اس نعمتِ غیر مترقبہ کا شکرادا کرتا ہوں یا کہ اُس کا انکار اور قدر نہ شناسی کرتا ہوں ۔

الحاصل جب یہ معلوم ہوگیا کہ محسن کے احسان کا ۔ یا محسن کے وجود کا انکار کرنا ہی کفر ہے تو پھر جان لے کہ خارج میں یعنی ہمارے خیال سے قطع نظر کرتے ۔ فی الواقع دو ہی چیزیں ہیں ایک ہم یعنی سارے عالم کی چیزیں ۔ دوسرا ہمارا محسن جسنے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمکو معدوم سے موجود بنایا ۔ ہم سب کو یعنی عالم کی تمام چیزوں کو مخلوقات کہتے ہیں ۔ یعنی پیدا کی ہوئی چیزیں ۔ اور ہمارے محسن کو جس نے ہمکو پیدا کیا خالق یعنی مخلوقات کا پیدا کرنیوالا کہتے ہیں ۔ جس نے ہمکو پیدا کیا ۔ اُسی کا نام فارسی میں خدا اور یزدان اور عربی میں اللہ ہے ۔ تعالیٰ شانہ جل جلالہٗ ۔ وہ اپنی ذات سے آپ موجود ہے ۔ یعنی اپنی ہستی اور ہونے میں کسی دوسری چیز کا ہرگز محتاج نہیں ہے ۔ جیسے کہ ہم یعنی عالم کی تمام چیزیں اپنی ہستی اور ہونے میں اُس کے محتاج ہیں ۔ ہم اپنی ذات سے آپ موجود بالذات نہیں ہیں کیونکہ ہماری ہستی ایک پیمانہ اور ماپ کے اندر مقید ہے اور جس کا وجود خود اُسکی ذات سے ہو وہ کسی پیمانہ اور قید میں کبھی مقید ہو نہیں سکتی خارج میں جتنی چیزیں کہ سوائے خدائے عزوجل کے ہیں جاندار ہوں یا کہ بے جان ، محسوس ہوں یا کہ معقول لطیف ہوں یا کہ کثیف ۔ مرکب ہوں یا کہ بسیط سب کی سب ایک ایک پیمانۂ خاص میں مقید ہیں لہذا یہ سب اُسی خدائے عزوجل قادر علی الاطلاق کی پیدا کی ہوئی ہیں ان سب کو مخلوق اور بندہ اور مربوب کہتے ہیں ۔ اور ان تمام کے پیدا کرنے والے موجد بالذات خداوند جل شانہ کو خالق اور خدا اور رب کہتے ہیں ۔

وجہ اصلی اسکی یہ ہے کہ موجودیت دو حال سے خالی نہیں یا موجود بالذات ہونگے یا موجود بالغیر ہونگے ۔ پس موجود بالغیر کو ہی مخلوق کہتے ہیں ۔ اور موجود بالذات کو ہی خالق کہتے ہیں اور جب واضح ہوگیا کہ خارج میں یہی دو چیزیں ہیں ایک خالق دوسرا مخلوق ۔ یا ایک خدا دوسرا بندہ یا ایک رب دوسرا مربوب ان دو کے سوائے خارج میں کوئی تیسری چیز موجود نہیں ہے پھر ان دو چیزوں میں سے کسی نے اگر خدا کے یا خالق کے یا رب کے وجود سے انکار کیا اور کہا

کہ خدا یا رب یا خالق در اصل یعنی خارج میں ۔ کوئی چیز ہے ہی نہیں ۔ بلکہ یہ تمامی چیزیں عالم کی خود بخود، آپ ہی آپ، اپنے سے آپ موجود ہوگئی ہیں تو پھر وہ شخص یقیناً کافر ہے ہی ۔ کیونکہ اُسنے اپنے محسن کے وجود کا اور اُس کے احسان کا انکار کیا ۔ اسلئے کہ حواس کے مشاہدہ اور تجربہ سے قطعاً ثابت ہی کہ خود اُس کا وجود، دو عدم کے درمیان میں محصور ہے کیونکہ وہ پہلے سے نہیں تھا، بعد میں موجود ہوا ۔ پھر بعد ایک عرصۂ معلوم کے فنا ہو گیا اگر اُس کا وجود خود اُسی کی ذات سے ہوتا یعنی وہ اپنے ہیپن اور ہستی میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوتا تو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک رہتا ہی ۔ اُسپر کبھی اور کسی وقت میں بھی عدم کی حالت طاری نہ ہوتی ۔ اور جب عدم کی حالت کا اُسپر طاری ہونا تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت قطعی ہے تو پھر تسلیم ہی کرنا پڑا کہ وہ موجود بالذات ہرگز نہیں ہے بلکہ موجود بالغیر کا پھر تو یہ بھی ماننا ہی پڑا کہ جس کی طرف سے کہ اُسکو وجود یا ہستی ملی ہے وہی اُس کا محسن حقیقی اور رب تحقیقی ہی ۔ اور پُر ظاہر ہے کہ خالق کے وجود سے انکار کرنا قطعاً و یقیناً اپنے محسن حقیقی اور رب تحقیقی کے وجود کا اور اُس کے احسان کا انکار کرنا ہی ہے ۔ لہذا خالق کے وجود کے انکار کرنے والے کے کافر ہو جانے اور کافر کہلانے میں تو کسی طرح کا کوئی شبہ اور شک ہے ہی نہیں ۔ اِسی بنا پر آیات قطعیۂ قرآنی اور احادیث صحیحۂ نبویہ کے اسناد قویہ کے ساتھ تمام اُمتِ محمدی کے بزرگوں کا اور قطع نظر اس کے بڑے بڑے حکما و فلاسفر کا بالاتفاق کہنا یہ ہے کہ جو شخص خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے ۔ سو وہ شخص قطعاً کافر ہے اور منکرِ نعمت ۔

بدستور اگر کسی نے مخلوق یا بندہ یا مربوب کے ہیپن کا بالکلیہ انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ بندہ یا مخلوق کوئی چیز ہے ہی نہیں تو جان لے کہ اس طرح کا اعتقاد رکھنے والا بھی بیشک کافر ہے ہی ۔ اسلئے کہ بندہ یا مخلوق کے وجود او ہیپن کے مطلقاً انکار کرنے میں اپنے محسن کے وجود کے اور اُس کے اُس احسان کے (جو اُسنے اسکو موجود بنایا) انکار کے سوائے اُس محسن کے اور ایک دوسرے بہت بڑے احسان کا بھی انکار ہے ۔ جو اُس محسن نے اُسکی بے سمجھی اور کج فہمی کے دور کرنے کے واسطے اپنی طرف سے رسولوں اور پیغمبروں کو ہدایت یا فتنہ

گردان کر اُن کو ہدایت کرنے کے واسطے بھیجا اور بذریعۂ وحی سیدھے فوز و فلاح کی راہ بتانیوالی کتابیں آپنر نازل فرمائیں۔ کیونکہ پیغمبران اور رسولان بھی بندوں اور مخلوق میں ہی داخل ہیں۔ اور اظہر ہے کہ اس بہت بڑے احسان کا انکار بھی ایک بڑا کفر ہی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن قطعی الثبوت کی صدہا آیاتِ قطعیہ اور ہزاروں احادیث صحیحہ نبویہ کے اسناد قاطعہ کے ساتھ بالاتفاق اجماعِ اُمّتِ محمدیہ کے نزدیک پیغمبروں کے وجود کا انکار کفر صریح ہے۔ کیونکہ بندہ اور مخلوق کا وجود ثابت و متحقق ہے۔ خارج میں مخلوقات موجود ہیں۔ معدوم محض ہرگز نہیں ہیں۔ اگرچہ کہ اُن کا وجود بذات خود نہیں بلکہ اُن کا وجود بالغیر یعنی بالحق عز وجل ہے لیکن اُن کے وجود میں کسی طرح کا کوئی شبہ ہرگز نہیں۔ اُن کی موجودیت کا انکار گویا ہدایت کا انکار ہے۔ اگر فی الواقع بندہ کا یا مخلوق کا وجود قطعاً خارج میں نہیں ہے صرف ایک ہی ذات اور ایک ہی وجود کے ہونے کا دعوی کرتے ہو تو بتاؤ کہ صفاتِ ناقصہ اور عیوبِ ہستی جو عالم کی چیزوں میں روزانہ تجربہ اور مشاہدہ سے پائے جاتے ہیں اور روزمرہ کے محسوس ہیں۔ ان کا مرجع بالآخر ہے ہی کون۔ کیونکہ جب تم مخلوق یعنی موجود بالغیر کے وجود کا انکار کرتے ہو تو اس پر سے واضح ہوگیا کہ خلاصہ تمہارے دعوے کا یہی ہے کہ یہ تمام ایک ہی موجود بالذات چیز ہے۔ تو اس وقت پر ایک سوال یہ پیش ہوگا۔ یہ مسئلہ تو بالاتفاق تمامی عالموں، عاقلوں اور فلاسفروں لوگوں کے نزدیک مسلم قطعی ہے۔ کہ جو چیز کہ موجود بالذات یعنی اپنے سے آپ موجود ہوتی ہے یعنی اپنی ہستی اور ہمیشگی میں کسی دوسرے کی محتاج نہیں ہوتی۔ وہ ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک ہوا کرتی ہے اُس میں کسی طرح کا کوئی عیب و نقص ہرگز نہیں رہتا۔ تو پھر پیدا ہونا، مرنا۔ سڑنا۔ گلنا بیمار ہونا اندھا ہونا، لنگڑا ہونا، گونگا ہونا، قتل کیا جانا، سو جانا، ٹوٹنا پھوٹنا۔ ٹکڑے ہو جانا جل جانا۔ کٹنا۔ جڑ جانا محدود ہونا معین ہونا، مقید ہونا۔ بگڑنا، فنا ہونا وغیرہ وغیرہ جو ہزارہا صفاتِ ناقصہ، عیوب و نقص کے نشانات جو عالم کی تمام چیزوں میں پائی جاتی ہیں اور لاکھوں عیب اُن میں مشہور ہیں۔ ان سب کا مرجع، آخر کون ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ مسلم بالاتفاق ہے کہ صفات کو بغیر کسی ذات کے ہرگز لگاؤ اور قیام نہیں ہو سکتا۔ الصفات تستدعی لے

الذات اور والذات ماتستند الیہ الصفات ۔ جبکہ ذات بھی ایک ہی ہے
اور وجود بھی ایک ہی ہے تو پھر اشیائے عالم میں جو صفات ناقصہ اور عیوب و قبحہ
کہ تجربہ اور مشاہدہ اور ہر روز کے معاینہ کی شہادت کے ساتھ پائے جاتے ہیں ۔ ان کا مرجع
کون چیز ہوگی ۔ اور بہ ظاہر ہے کہ صفات ناقصہ اور عیوب موجودہ کے وجود کا انکار کرنا،
بداہت کا انکار اور خاصہ مکابرہ ہے ۔ اور ہر ایک صاحب عقل سلیم خوب جانتا ہے کہ یہ خرابی
جو پیدا ہوئی سو عقلاً اسی قول باطل (یعنی ایک ہی ذات کے اور ایک ہی وجود کے اقرار)
سے ہی پیدا ہوئی ہے ۔ اور اسی بنا پر نقلاً بھی ایک خرابی بڑی ہی پیدا ہوتی ہے کہ اگر
بندہ کا یا مخلوق کا وجود مطلقاً نہیں ہی تو پھر خدائے پاک کی طرف سے رسول اور پیغمبر کسکی
طرف بھیجے گئے ہیں اور خدائے پاک کے اوامر اور نواہی کس پر نازل ہوئے ہیں ۔ اور ثواب
وعذاب کا مستحق کون ہے اور تکلیف شرعی کس پر رکھی گئی ہے وغیرہ وغیرہ پس واضح ہو گیا
کہ بندہ اور مخلوق کے وجود کا انکار بھی بالقطع کفر ہے ہی ۔ کیونکہ پیغمبر بندے ہی ہیں اور
پیغمبروں کے وجود کا انکار خدائے پاک کے بہت بڑے احسان جزیل کا انکار ہی ۔ پھر وہ
کیونکر کفر نہ ہوگا ۔ بالضرور وہ بھی کفر قطعی ہی ہے ۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا اور نہیں سنا کہ علمائے
اسلام کے ائمہ جلیلہ نے فرعون کے غرق دریائے نیل ہونے کے وقت ایمان لانے کو ایمان
یائس قرار دینے کے علاوہ حضرت موسیٰ و ہارون علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان
کے نہ لانے سے ہی غیر مقبول قرار دیا ۔ پس اے طالب جان لے کہ دراصل یہی دو کفر
اصلی و حقیقی ہیں کہ جن میں انسان مبتلا ہوا کرتا ہے اور ان دونوں کفر میں انسان کے مبتلا ہونے
کی وجہ اصلی صرف عالم اسباب میں نظر انسانی کا انہماک ہی ہے نہ کہ اور کچھ کیونکہ انسان اپنے
حواس کے ذریعہ سے ہر امر اور ہر واقعہ کو کسی نہ کسی سبب کا نتیجہ پاتا ہی ہے اور جب سلسلۂ اسباب
کی کوئی نہایت اُسکو محسوس نہیں ہوتی تو بالضرور اُسکو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ ان ساری چیزوں کا
جن کی کوئی نہایت ہی نہیں اکیلا پیدا کرنے والا کیونکر مانا جاسکتا ہے ۔ نہیں مانا جاسکتا
بلکہ ممکن ہی کہ یہ سب باہمی ترکیبات لانہایت کا نتیجہ ہوں ۔ اور جب یہ خیال اُس کے دل میں
مستحکم ہو گیا تو اُس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اُس کے خیال میں پیدا ہو سکتی ہے کہ پھر ان سب کو

کسی ایک کا مخلوق اور بندہ ماننا بھی ایک خیالِ فضول ہے۔ اور خدا کی خدائی اور بندہ کی بندگی کا ثبوت ہی نہیں۔ تو پھر کسی کو رسول و پیغمبر ماننا بھی لغو ہی ٹھہرا۔ کیونکہ خدا کی خدائی اور بندہ کی بندگی کے ثبوت کے بعد اقرارِ رسالت ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ سلسلۂ کون و فساد، اسبابِ لانہایت کے ساتھ وابستہ اور قائم ہے۔ اور آپس کی باہمی ترکیب سے یہ سارا عالم ہویدا ہے۔ تو پھر خدا اور رسول کے ماننے اور اُن کی اتباع کے طوق کو اپنی گردن میں ڈالنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کوئی حاجت نہیں۔ اے طالب صادق یہی دو کفر ہیں، جو عالمِ اسباب کے تماشا میں نظرِ انسانی کے منہمک ہو جانے سے خیالاتِ انسانی میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ انہیں دونوں کفر کے یعنی انکارِ خدا و انکارِ رسول کے دور کرنے اور جڑ سے اُکھیڑ کر نکال دینے کے لئے ہی یہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نازل ہوا ہے جسکے پہلے جملۂ اقرارِ توحیدِ خدا لا الٰہ الا اللہ کے لفظ سے، پہلا کفر جو خدا کے وجود کا انکار تھا اُسکو نکال کر اُس کی جگہ پر اِس بات کی تعلیم دی گئی کہ اللہ اکیلا معبود برحق ہے کیونکہ اس جملہ کے یہی معنے ہیں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ۔

اب اگر اس جگہ پر یہ کہا جائے کہ صرف اتنی سی بات کے سکھا دینے اور بتا دینے سے کہ تم ایسا کہا کرو کیا ہو سکتا ہے اسکے لئے تو دلائلِ قاطعہ کے قائم اور پیش کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن قطعی الثبوت میں خدائے پاک جل شانہٗ نے اپنے اکیلے معبود برحق ہونے پر بہت سے دلائل قاطعہ ایسے پیش کئے ہیں کہ جن کے دیکھنے یا جن سے واقف ہونے کے بعد پھر اور کسی دلیل کے ڈھونڈھنے کی کوئی ضرورت ہرگز باقی نہیں رہتی ہے۔ اپنے اکیلے معبود برحق ہونے کو عمدہ سے عمدہ اور آسان سے آسان دلائل قاطعہ سے ثابت کرنے کے بعد ہی یہ تعلیم و تلقین دی ہے کہ اللہ پاک کے سوائے کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ جس شخص کو اُن دلائل کے دیکھنے کی خواہش ہو تو وہ کتاب اللہ تعالےٰ شانہٗ میں دیکھ لیوے۔ یہ مختصر تحریر اُس تفصیل کی متحمل نہیں ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جب یہ کلمۂ طیبہ بذاتِ خود کفر و شرک کو دور کرنے کے لئے ہی موضوع ہے تو چاہیئے تھا کہ خود اس کلمہ کے اندر بھی کفر و شرک کے دور کرنے کے دلائلِ قاطعہ کا اشارہ

کنایہ رکھا جاتا تاکہ عقلِ سلیم کو اُس کے سُننے کے ساتھ ہی اُن اشارات کے سہارے گردنِ تسلیم کا خم کرنا آسان ہو جائے۔ تو اس صورت میں اولاً جواب اُس کا یہ ہے کہ جب یہ کلمہ صرف اقرار توحیدِ خدا اور اقرار رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی موضوع ہے تو پھر بنفسہا ردِ کفر و شرک کے دلائل پر اس کا مشتمل رہنا ہرگز ضروری نہیں۔ ہاں البتہ اُس کے دلائل قاطعہ پر اس کا مبنی ہونا قطعاً ضروری ہی اور بالقطع یہ بات ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ یہ کلمۂ اقرار توحید خدا و اقرار رسالت اُن دلائلِ قاطعہ مبنی ہے ہی کہ جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ قرآن پاک میں مذکور و موجود ہے۔ تو پھر خود ہی اس کلمۂ اقرار کے اندر کفر و شرک کے رد کرنیوالی دلیلوں کا مذکورہ موجود رہنا ہرگز کسی طرح سے بھی ضروری نہیں۔ بلکہ عقلِ سلیم کے نزدیک یہ خیال سراسر لغو ہے مگر ہاں اُس کلمۂ طیبہ میں (جو اقرار توحیدِ خدا و رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہی) اس تاثیر و خواص کا رہنا البتہ ضروری ہی کہ اُس کلمہ کے تصوّر و تصدیق کی ملازمت و مداومت سے ہر طرح کا کفر و شرک دور ہو جائے۔ اور بحمد اللہ عزّ و جل یہ تاثیر و خواص اُس کلمۂ طیبۂ اقرارِ توحید و رسالت میں قطعاً موجود اور تجربہ اور مشاہدہ کی گواہی کے ساتھ مشہود ہے ہی۔ اور ثانیاً جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ الٰہ اور لفظ اللہ کے مدلولِ حقیقی، مصداقِ تحقیقی کی ہیئات مکتوبہ سے جس صاحب عقلِ سلیم کو کہ واقفیت حاصل ہی اُس کیلئے خود ہی اس کلمۂ طیبہ کے جملۂ اولیٰ کے اندر اس جملہ کے قائل و مدعی کے نقش جلیہ صورت وجودیۂ خارجیہ کی شہادتِ قاطعہ کے ساتھ اللہ ہی کے اکیلے معبود برحق ہونے اور کفر و شرک کے باطل کرنے کی دلیل روشن و برہان واثق بھی موجود و مشہود ہے۔ مگر مرشدِ کامل کی تلقین کے بغیر یہ رازِ نہاں ہرگز نہیں کھُل سکتا۔ ارشادِ صحیحہ پائے ہوئے اذکیا کے لئے بلاتشبیہ اسقدر تمثیل کافی اور وافی ہے کہ اعضائے جسم انسان میں سے اُس کا عضو ناطق مستقلاً دوسرے تمام اعضا کو مخاطب گردان کر اگر یہ کہے کہ (جسمِ انسان کے تمام اعضا سے اطاعت لینے کے قابل اور لائق جان کے سوائے کوئی دوسری چیز نہیں ہی۔) تو کیا جسم انسان کا کوئی عضو ایسا ہے بھی کہ طبعاً یا عادتاً اس کا اقرار و اعتراف نہ کرے نہیں ہرگز نہیں۔ کیا جسم انسان کے

ہر عضو کی سرشت اور فطرت اور اُس کے حالات خود ہی اُس عضوِ ناطق کے دعوے مذکور کے لئے شاہد و اثق (نہیں ہیں۔ ضرور شاہد ہیں ہی اور کیا اس عضوِ ناطق یہ نطق (جو ایسے ہزاروں کلمات کا موجد ہے) خود ہی اُس دعوے مذکور کا زبردست گواہ نہیں ہے ضرور ہے ہی۔ بہ دستور اجزائے عالم کبیر میں سے عالم کے جزوِ ناطق کا خود وجود ہی بنفسہ و ہیئاتہ اپنی شکل وصورت خارجیہ محسوسہ کی شہادت واقعیہ کے ساتھ بالطبع اور ہر ایک جزوِ عالم کی سرشت و فطرت اُن کے باہمی روابط و قوانین کے مقتضائے طبعی کی بنا پر یا عقطع یذواتہا و وجودہا وصفاتہا اس کلمۂ اقرار توحیدِ خدا پر شواہد قاطعہ اور دلائل ساطعہ ہیں ہی کیونکہ پُر ظاہر ہے کہ جس طرح پر عضوِ ناطقِ انسان یعنی زبان تمامی اعضائے انسان کی نسبت کرنے۔ظہورِ کمالاتِ انسانی کا آلۂ اکمل و فردِ خاتم ہے اُسی طرح پر عالم کبیر کا جزوِ ناطق یعنی انسان ۔جسمِ کبیرِ عالم کے تمامی اجزا کی نسبت کرنے ظہورِ کمالاتِ خالق روح انسان کا فرد اکمل و مظہر اتم ہے ہی پھر تو ثابت و واضح ہوگیا کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کے مطابق خود ہی کلمۂ طیبہ کا جملۂ اولیٰ لا الٰہ الا اللہ اپنے مدلولاتِ حقیقیہ اور اپنے ہیئاتِ لفظیہ مکتوبہ کے ساتھ اپنے مقرو مدعی کے نقوشِ صورتِ خارجیہ حسیہ کے حجابات آلہۂ منکرہ کی الوہیت کو باطل کر کے الٰہ معرف ۔ یعنی اللہ جل شانہ کی الوہیت حقہ کے اثبات کے اندرونی شاہدِ اجل و اکمل کے جمال وجلال کو جلوہ آرائے منصۂ ظہورِ خارجی اس طرح پر گردان رہا ہے کہ عقلِ سلیم سامع کو اس جملۂ اولیٰ کے سُننے اور تطابق اشاراتِ حسیۂ وجودیۂ مقرو سامع پر نظر کرنے کے ساتھ ہی فوراً اس کلمۂ اقرارِ توحیدِ خدا کے تسلیم کرنے کے سوائے کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کیونکہ مقرو مدعی کے دعوے قال کے ساتھ مقرو سامع ہر دو کے اشاراتِ شہاداتِ خارجیہ وجودیہ کی زبانِ حال کی گویائی جب مطابق ہی ہے تو پھر کسی طرح کے چون وچرا کی گنجائش ہی کیونکر ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہوسکتی۔

اور بہ دستور کلمۂ طیبہ کے دوسرے جملۂ اقرار رسالت محمد رسول اللہ کے لفظ سے دوسرے کفر کو (جو بندہ یا پیغمبر کے وجود کا کلیۃً انکار تھا یعنی ایک ہی ذات ایک ہی وجود کا قول تھا یا عالم کے وجودِ مستقل کا قول تھا) نکال کر اُسکی جگہ پر اس بات کی تعلیم

دی گئی ہے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اُس اللہ کے رسول برحق ہیں کہ جسکی الوہیت جملۂ
اولیٰ میں ثابت ہے کیونکہ جملۂ ہذا کے یہی معنے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے
رسول ہیں اور آپکی رسالت کے ثبوت کی بہت بڑی عظیم الشان پرزور گواہ خود کتاب اللہ
یعنی قرآنِ کریم ہے۔ جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر نازل ہوا ہے۔ جسکا جواب
دعوے آج بھی ڈنکے کی چوٹ باوازِ بلند کہہ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کلام کو کلامِ
بشر کہے تو اُسکو چاہیئے کہ اُسکے جیسا کوئی کلامِ بشر پیش کرے۔ اور نص قطعی ولن تفعلوا
جسپر گواہ صادق ہے کہ اُسکے جیسے کلام کا پیش کرنا ہمیشہ کے لئے کسی فردِ بشر کو بھی محال
قطعی ہی ہے۔ جو تیرہ سو برس سے آجتک کسی سے مثل اُسکا پیش نہ ہو سکا۔ اور آیندہ
قیامت تک بھی کسی سے مثل اُس کا پیش ہو سکتا ہی نہیں۔ اور اسرارِ باطنی پر نظر کرتے
آنحضرت ختمیت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے ثبوت کے لئے بھی کسی بیرونی
دلیلِ خارجی کی بھی کوئی ضرورت ہرگز نہیں۔ کیونکہ جو عقلِ سلیم کہ لفظ محمد کے مدلول معنوی
اور ہیئتِ لفظی مکتوبی سے واقفیت رکھتی ہے اُس کے لئے خود ہی کلمۂ طیبہ کے اس جملۂ
ثانیہ محمد رسول اللہ کے اندر اُسکے قائل مدعی اور مقر سامع کے نقوش صورتِ وجودیہ خارجیہ
کی شہادتِ قاطعہ کے ساتھ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کے روشن دلائل
موجود ہی ہیں مگر یہ رازِ پنہاں بھی بغیر تلقین مرشدِ کامل کے ہرگز نہیں کھل سکتا۔ مرشدوں
کے ارشاد یافتہ لوگوں کے لئے بلاتشبیہ وہی تمثیل مذکورۂ بالا اس امر کی دلیلِ قاطع اور
برہانِ ساطع ہے کہ جیسے کہ اعضائے جسم انسانی میں سے اُس کا عضوِ ناطق اپنے نطقِ
مذکور میں روحِ انسانی کا قطعاً ایلچی ہے اور اپنے دعوے مذکورۂ بالا کے ساتھ یہ جملہ
بھی بیان کرے کہ میں اُس پیام کے پہونچانے میں جان کا ایلچی ہوں تو کیا جسمِ انسانی کا
کوئی عضو ایسا نکل بھی آسکتا ہے جو اس دعوی مذکور کا انکار کرے۔ ہرگز نہیں کر سکتا۔
بدستور عالمِ کبیر کے اجزا میں سے اُس کا جزوِ ناطق اپنے علاماتِ جلیہ صورتِ خارجیہ وجودیہ
کی شہادتِ قاطعہ کے ساتھ بہ اعلیٰ صوت، ندائے شہادت دے ہی رہا ہے۔ چنانچہ ان
دونوں رازِ خفیہ اسرارِ غامضہ کے باب میں ہی اس فقیر حقیر کے مرشدِ روحانی برگزیدہ بارگاہِ

یزدانی قطب الاقطاب دکن حضرت شاہ قادری قدس اللہ اسرارہم نے اپنا ایک شعر فرمایا ہے سو وہ شعر یہ ہے۔ ع

خوش دلربا کے نور کی تصویر کا سایہ ہوں میں
باور نہیں تو دیکھ لو، دل بر کا خط لایا ہوں میں

اے دینی بھائیو اسرار باطنی کے ڈہونڈنے والو، لو، سُن لو اور اچھی طرح سے یاد رکھ لو کہ رموز غیبیہ اسرار باطنیہ کے یہ بے بہا موتی اُس دریائے بے کنار بحر ذخار، مواج الانسان سری وانا سرہ کے ہیں کہ جب سالک اُس دریائے مواج کی غوطہ زنی سے اپنے سر کو اُبھارتا ہے تو بے اختیار اُسکے باطن سے یہ ندا اُسکی زبان پر جاری ہو جاتی ہی کہ جس طرح پر کہ اللہ جل شانہ کے سوائے دراصل کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اُسی طرح پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے دراصل کوئی رسول نہیں ہی۔ مگر دست بستہ عرض یہ ہی کہ فقیر کے اس کلام کو دیکھ کر یا سن کر فقیر پر یہ اتہام نہ لگانا کہ یہ شخص حضرات انبیائے سابقین رسل متقدمین کی رسالت و نبوت کا منکر ہے حاشا وکلا۔ ہرگز ہرگز فقیر کا یہ مقصود نہیں۔ یہ فقیر اپنے خدائے پاک کو گواہ رکھ کے کہتا ہے اور دل سے سچا عقیدہ رکھتا ہی کہ علی اختلافِ روایات، ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ اسی ہزار پیغمبروں کو جو خدائے پاک نے اپنے بندوں کی طرف راہِ توحید کے بتانے کے لئے بھیجا ہے سو بے شک اور قطعاً سچ ہے اور صحیح ہے۔ فی الواقع وہ سب کے سب اللہ کے رسول اور نبی ہی ہی۔ اونکی نبوت و رسالت پر فقیر ایمان کامل رکھتا ہی آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ۔ فقیر اپنے ظاہر و باطن سے اس اعتقاد پر کریمۂ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ کو گواہ صادق رکھتا ہی با این ہمہ اپنے کلام مذکور کی صداقت پر لانفرق بین احد من رسلہ کے الفاظ صریحہ سے اشارت دلالت بھی رکھتا ہے۔ گرامی حضرات ناظرین یہ بھی خیال نفرمائیے کہ فقیر کا کلام مذکور بالا فی الواقع کچھ ایسی انوکھی بات ہی کہ آجتک کتاب وسنت میں کوئی اشارہ بھی اُس کی طرف نہ پایا گیا ہو بلکہ خوب جان رکھو کہ تمام اُمّتِ محمدی بھی بالاتفاق اس کلام کی قائل ہے۔ اب تفصیل اس اجمال کی سُن لو۔ کچھ خیال تو کرو کہ کیا آپ کے

نزدیک یہ مسلم نہیں ہے کہ حضرت آدم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام تمامی اُمّت محمدیہ
کے نزدیک بالاتفاق صفی اللہ کے ہی لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ومسلم ہیں اور حضرت
نوح علیہ السلام نجی اللہ کے ہی لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ومسلم ہیں۔ اور حضرت
ابراہیم علیہ السّلام خلیل اللہ کے ہی لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ومسلم ہیں اور حضرت
موسیٰ علیہ السّلام کلیم اللہ کے ہی لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ومسلم ہیں۔ اور حضرت داؤد
علیہ السلام خلیفۃ اللہ کے ہی لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ومسلم ہیں۔ اور حضرت
عیسےٰ علیہ السّلام روح اللہ کے ہی لقب کے ساتھ مشہور ومعروف ومسلم، تمامی اُمّت محمدیہ
کے نزدیک جو ہیں تو صرف ہمارے حضرت سید الانبیائے والمرسلین محمد مصطفےٰ صلے
اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی ہیں۔ تو پھر فقیر کی طرف ظن بد مذکور کے لگاؤ کی وجہ ہی کیا ہو سکتی
ہے۔ ہرگز کوئی وجہ نہیں۔ آخر کچھ تو سبب چاہیئے ہی کہ جس کے سبب سے حضرت آدم اور
حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد اور حضرت عیسےٰ
علے نبینا وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام، ان میں سے ہر ایک کے رسول من اللہ ہونے کے
باوجود لفظ رسول اللہ کے لقب کے ساتھ کلمہ کے پہلے جملۂ اقرار توحیدِ خدا کے ساتھ
میں اِن گرامی پیغمبروں میں سے کوئی بھی مشتہر ومعروف نہ ہوئے۔ صرف ہمارے پیغمبر
آخر الزمان سالارِ جملہ پیغمبران علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام ہی کلمۂ طیبہ کے پہلے جملۂ مذکورہ
کے ساتھ ہیں محمد رسول اللہ کے لقب کے ساتھ مشتہر ومعروف ہوئے۔ احادیث صحیحۂ
نبویہ سے بھی یہی ثبوت کو پہونچا ہے کہ ساقِ عرش پر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ہی
مکتوب ہے، (جس کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے خدائے پاک سے گذارش کی تھی کہ اے
باری تعالیٰ یہ مجھ سے پہلے پیدا شدہ کون شخص ہیں۔ کہ جس کے نام کو تو نے اپنے نامِ نامی کے
ساتھ ملا کر میری پیدائش سے پہلے لکھ چکا ہے) اور اب تک کسی حدیث صحیحہ یا روایت معتمد
علیہا سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ عرش مجید پر یا اور کسی مقام پر کلمۂ طیبہ کے جملۂ اولیٰ کے ساتھ
دوسرے کسی پیغمبر کا نامِ مبارک، لقب رسول اللہ کے ساتھ ملکر لکھا گیا ہوا ہے۔
(جیسے کہ لا الٰہ الا اللہ آدم رسول اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ نوح رسول اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ

ابراہیم رسول اللہ۔ لا آلہ الا اللہ موسیٰ رسول اللہ ۔ لا آلہ الا اللہ داؤد رسول اللہ۔ لا آلہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ) اگر اسی طرح پر ہر ایک پیغمبر متقدم کا نام نامی لکھا ہوا ہوتا تو پھر حضرت آدم علیہ السّلام کے سوالِ مذکور کا ذکر ہی کیوں وارد ہوتا۔ ہرگز وارد نہ ہوتا۔ پھر تو یقیناً اقرار ہی کرنا ہوگا کہ در اصل او رنفس الامر میں تمامی رسل و انبیائے متقدمین اور بعد کے خلفائے ورثۂ متاخرین یہ سب کے سب آفتابِ رسالتِ محمدی کی تجلّی اعظم کے ہی مظاہر مختلفہ ہیں۔ اور تعین اعظم واکرم روح محمدی کے ہی صور متنوعہ ہیں۔ جہاں کہیں رسالت ونبوت وخلافتِ آلہیہ کا ظہور ہوا ہے تعین اعظم واکرم محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ہی صورتِ نوعیہ سے ہوا ہے۔ اور ہوگا بھی۔ ؎

بے سر و بے دست و بے اشکم و پاے	نافریدہ ہیچ مرسل را خداے
با محمد بس رسالت گشت خاص	نیست آنرا با دگر ہیچ اختصاص
آدم و نوح و براہیم خلیل	موسیٰ و عیسیٰ و داؤد جلیل
مظہر نام محمد بودہ اند	زین سبب شان را رسل فرمودہ اند

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ حقیقتِ محمدیہ کی تجلّی عظمےٰ کی در اصل دو صورتیں بالعموم والخصوص ہیں۔ ایک صورت نوعیہ عامہ ہے جیسے حضرت ابوالبشر صوری اور ان کے سب اولاد مخلوق شدہ ہیں۔ دوسری صورت خاص ذاتِ محمدی جو صورتِ جزئیہ خاص ہے۔ یہی وجہ خاص ہے جو بعض روایاتِ کثیرہ میں وارد ہوا ہے کہ انسان مجرم وشقی کو جب اُس کے اعمالِ بد کی سزا میں دوزخ میں ڈالیں گے تو اُسکی اس صورت کے ساتھ جو دنیا میں اُسکو دی گئی تھی (یعنی صورتِ نوعیۂ محمدیہ) دوزخ میں نہ ڈالیں گے۔ بلکہ اُس کے بُرے اعمال اور حیوانات میں سے جنکے ساتھ نسبت رکھتے ہوں اُس حیوان کی شکل دیکر اُس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ کیونکہ اس موجودہ صورت نوعیۂ محمدیہ پر دوزخ کی آگ حرام کی گئی ہے۔ جس سے حضرت ختم رسل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نام نامی ہویدا وپیدا ہے۔ خیر یہ ایک جملۂ معترضہ تھا جسکے بیان میں ہم کہاں سے کہاں نکل آگئے اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کلمۂ طیبہ کے ذریعہ سے شرک کے دور کئے جانے کا حال انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔

فصل تیسری ۔ اے طالب خدا جب تو اس امر سے واقف ہو چکا کہ کلمۂ طیبّہ کے دونوں جملوں سے دونوں کفر مذکور دور ہو گئے اور رد ہو چکے تو اب اُس کلمۂ طیبہ سے اقسام شرک کے دور اور رد ہو جانے کا بیان سُن لے اور اُس کو اچھی طرح سے یاد کر لے کہ لفظ شرک کے معنے ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کے ملانے کے ہیں ۔ مثلاً جب دودھ کے ساتھ پانی ملگیا تو کہتے ہیں کہ اس دودھ میں پانی شریک کیا گیا ہے اور جب دو آدمی مل کر کوئی کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کام میں ہم اور وہ دونوں شریک ہیں اور جب دو آدمی ملکر بیوپار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس بیوپار میں ہماری اور اُن کی شرکت ہے ۔ یا ہمارا اور اُن کا ساجھا ہے یعنی ہم اور وہ برابر کے یا کم و زیادہ کے حِصّہ دار ہیں ۔ اور جب یہ بات معلوم ہو گئی ۔ تو پھر جان لے کہ اسی معنی پر بنا کرتے تمامی ائمۂ دین متین کے نزدیک بالاتفاق یہ امر مسلم بالاجماع ہے کہ کئی یا ایک سے زیادہ خداؤں کے موجود ماننے کو یا معبودوں کے موجود ماننے کو شرک حقیقی کہتے ہیں ۔ اور یہ شرک شرک کے تمامی اقسام میں سب سے بڑھکر بُرا اور بدتر اور سب سے زیادہ عذاب اخروی کا موجب ہے ۔ جو شرک فی الذات کہلاتا ہے ۔ کیونکہ دراصل نفس الامر میں، خدا، جل شانہٗ ، اکیلا بذات خود موجود ہے ۔ بلکہ وہ خود ہی مَابِہِ المَوجُودِیۃ ہے ۔ کہ جس کا وجود اور ہیئین اور ہستی خود اُسی کی ذات سے ہے ۔ یعنی وہ ایسی چیز ہے جو اپنے آپ سے موجود ہے یعنی اپنے ہیئین اور وجود میں وہ ہرگز کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہے سو اس لئے کہ ، اُس کی ذات ہی خود وہ حقیقت ہے کہ جس کے سبب سے موجودیت پائی جاتی ہے اور جس چیز میں کہ یہ صفت نہ ہو یعنی اُسکی ذات مابہ الموجودیۃ نہ ہو اُس کو ہرگز خدا یا واجب الوجود نہیں کہہ سکتے ۔ کیونکہ وہ خود بخود موجود نہیں ہو سکتی ۔ بلکہ بالفرض وہ چیز اپنے وجود اور ہستی میں کسی دوسرے کی محتاج ہوگی ۔ پس اگر کسی نے کئی یا ایک سے زیادہ خداؤں کو موجود مانا تو اُس سے یہ لازم آیا کہ وہ شخص ایک سے زیادہ چیزوں کو موجود بالذات مانتا ہے جو اپنے وجود اور ہستی میں کسی دوسرے کے محتاج کسی طرح سے نہ ہوں ۔ حالانکہ دراصل نفس الامر میں ایسی متعدد چیزوں کا وجود بالذات محال قطعی ہے ۔ اس لئے کہ جس چیز کا وجود بالذات ہوتا ہے یعنی اُس کی ذات ہی خود مابہ الموجودیۃ ہوتی ہے وہ اپنی ذات کے لئے کبھی

اور کسی طرح سے بھی تقییداً اور محدودیت کو ہرگز قبول ہی نہیں کرسکتی۔ کیونکہ اُس میں وجود کی کمی ہی کب ہے تاکہ ایک حد خاص پر مقام ہوجائے اور آگے تجاوز نہ کرسکے۔ وجہ اصلی اسکی یہ ہے کہ واجب کا وجود اسکی ذات کا عین ہوتا ہے۔ اور اسکی ذات اُس کے وجود کی عین ہوتی ہے کیونکہ وہ خود ہی مابہ الوجودیۃ ہوتا ہے۔ پھر اُس کا وجود کسی صورت سے محدود یعنی ایک حد کے اندر مقید ہو نہیں سکتا۔ اور ہر ایک کی محدودیت کے بغیر اشیائے متعددہ کا پایا جانا بالقطع محالِ قطعی ہے ہی۔ پھر تو ثابت ہوگیا کہ ایک سے زیادہ چیزوں کا بذاتِ خود موجود رہنا (واجب الوجود رہنا) باطل یقینی ہے تو پھر کئی ایک یعنی ایک سے زیادہ خداؤں کا موجود ماننے والا قطعاً مشرک ٹھہرا ہی۔ اور بدستور خدا کو کئی چیزوں سے ملکر مرکّب ماننے والا بھی مشرک یقینی ہے۔ کیونکہ مرکب چیز کسی طرح سے واجب الوجود ہو نہیں سکتی۔ اسلئے کہ مجموعہ اپنے وجود میں اپنے ہر ایک جزو کا محتاج ہوتا ہی۔ اور جو اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہو وہ کسی طرح سے واجب الوجود نہیں مانا جاسکتا۔ یہ دونوں قسمیں شرک فی الذات کی ہیں۔ اسکو خوب یاد رکھو۔

اور اسی طرح پر جو صفتان کہ صرف خدائے عز وجل کے ساتھ خاص ہیں کسی دوسری چیز میں بھی اُن صفتوں کے موجود رہنے کو ماننا بھی آدمی کو مشرک بناتا ہی اور یہ شرک شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔ کیونکہ اُسنے خدائے پاک کے صفاتِ خاصہ کے ساتھ دوسرے کو بھی متصف مانا۔ اور جانا ہے۔ یعنی خدا کی خاص صفتوں میں دوسرے کو شریک گردانا۔ اور ذات کے اور صفت کے مرتبہ پر خیال کرتے ہوئے یہ شرک دوسرے درجہ کا ہی مگر بُرائی اور خباثت میں دونوں برابر کے ہی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک شرک دوسرے کی نسبت کرتے گناہ میں اور بُرائی میں اور عذاب کے لازم کرنے میں کم اور چھوٹا نہیں ہے

اور اسی طرح پر جو حقوق کہ خدائے عز وجل کے ساتھ خاص ہیں دوسرے کسی کو بھی اون حقوق کا مستحق جاننا اور ماننا بھی شرک ہی۔ آدمی اس طرح کے عقیدہ سے بھی قطعاً مشرک ہوجاتا ہے۔ اور یہ شرک شرک فی الحقوق کہلاتا ہی۔ کیونکہ اُسنے خدائے عز وجل کے حقوقِ خاصہ میں خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی ملالیا۔ شریک گردانا۔ اور ذات اور صفات

اور حقوق کے مرتبوں پر خیال کرتے، یہ شرک تیسرے درجہ کا ہے۔ لیکن برائی اور خباثت ان تینوں کی برابر کی ہے۔ ان تینوں شرک میں سے کوئی بھی کم درجہ کا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ حقوق اور صفات بھی اُسی ذاتِ واحدہ کے ہیں۔ اور اُسی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ جو بنفسہا واجب الوجود ہے۔ اور اُس کے ساتھ ایسے لازم ہیں کہ کبھی اُس سے منفک ہو نہیں سکتے ہیں۔ اب خیال میں رکھنے کی بات یہ ہے کہ تینوں شرک اعتقادی اور قلبی ہیں کیونکہ جاننا اور ماننا دل کا کام ہے۔ اور دل میں مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی بات کو ہی اعتقاد کہتے ہیں۔ پس طالبِ خدا کو چاہیئے کہ پہلے ہر طرح کے کفر سے اور بعد اُس کے ہر طرح کے شرک سے بالکل دور اور باز اور بچا ہوا رہے۔ کیونکہ کفر کے بعد شرک ایسا بڑا اور بڑا گناہ ہے کہ بغیر توبہ صادقہ کے ہرگز بخشا نہیں جا سکتا۔ اور مشرک کو خدا کا دیدار (جو ایمان والوں کے لئے ہوگا) ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کریمۂ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ اور کریمۂ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ اس پر شاہدِ قطعی ہیں۔

اور جو حقوق کہ خدائے عزوجل کے ساتھ مختص ہیں اُن حقوق کو دوسروں کے لئے ظاہر میں ادا کرنا اور بجا لانا یہی شرکِ عملی ہے جو جسمِ انسان سے علانیہ صادر ہوتا ہے۔ یہ شرک جلی کہلاتا ہے۔ اور فرع ہے شرکِ اعتقادی اور قلبی کی۔ کیونکہ یہ عمل اس عمل کے کرنیوالے کے دل میں اعتقادی شرک کے موجود رہنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ چوتھے درجہ کا شرک ہے۔ اسلئے کہ عمل اور فعل کا وجود اعتقادِ قلبی کے وجود سے متاخر ہے۔ اگر اعتقادِ قلبی کے ساتھ یہ شرک عملی صادر ہوا ہے تو برائی اور گناہ میں اُن تینوں شرکِ قلبی سے بھی بہت ہی بڑھکر ہے۔ کیونکہ وہ تینوں خفی اور پوشیدہ ہیں۔ جو آنکھوں کو نہیں نظر آتے ہیں۔ اور یہ شرک جلی اور ظاہر ہے اسلئے کہ عمل اور فعل دوسروں کو نظر آنے والی چیز ہے۔ اور اعتقاد و خیال آنکھوں کو نہیں نظر آتے۔ اور اگر اس شرکِ عملی کے ساتھ شرکِ اعتقادی و قلبی شریک نہیں ہے تو بھی برائی میں دوسرے تمامی کبیرہ گناہوں سے بڑھکر ہی ہے۔ کیونکہ انسان کا عمل اور فعل اُس کے کرنے والے کے اعتقاد پر دلالتِ صریحہ کرتا ہے۔ اور اس شرکِ عملی کے

ساتھ شرکِ اعتقادی کے شریک نہ رہنے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی ظالم کے جبر یا اکراہ کی صورت میں بغیر اعتقاد کے یہ عمل صادر ہوا ہو۔ دوسری یہ کہ سہواً یعنی عمول کہ بغیر قصد اور ارادہ کے یوں ہی یہ عمل صادر ہوا ہو۔

الغرض طالبِ خدا کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کو سلامت رکھے اور اپنے پروردگار جل شانہٗ کے دیدار سے مشرف ہونے کے لئے ان تمامی اقسام، شرکِ عملی اور اعتقادی سے اپنے کو بالکل بچا ہوا رکھے۔ بلکہ ان کے شائبہ تک سے بھی پرہیز کرے۔ ورنہ اُسکے ایمان کے سلامت رہنے کا بالکل بھروسہ نہیں۔ کیونکہ توحید اور شرک یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد میں اور اجتماعِ ضدین محالِ عقلی ہے اور ایمان ہی نکل جائے تو پھر آدمی ہمیشہ کے لئے دوزخی اور بدبخت ازلی و ابدی ہی ہو رہیگا۔ پس طالبِ صادق کو چاہیئے کہ یہ بات بخوبی خیال میں رکھے کہ یہ چاروں شرک جو بیان کئے گئے ہیں، سو شرک فی المعبودیت کے ہی اقسام ہیں۔ جو معبود برحق جل شانہٗ کی ذات میں اور اُس کی خاص صفتوں میں اور اُس کے خاص حقوق میں دوسروں کو شریک کرنے اور جاننے اور ماننے سے عبارت ہی اور اظہر من الشمس ہی کہ یہ شرک فی المعبودیت وہ پہلا شرک ہی کہ جس سے بچنا ہر ایک مومن و مسلمان پر خواہ مرد ہو یا کہ عورت پہلا فرض ہے جب تک کہ اس شرک فی المعبودیت سے نہ بچیگا تب تک وہ ادنیٰ درجہ کا ایمان والا بھی ہرگز نہیں کہلا سکتا۔

خاصکہ ذکر

اور یہاں پر جبکہ خدائے عز وجل کی صفاتِ خاصّہ کا ہمیں تذکرہ بالاجمال آ گیا ہے اور اُس کی تفصیل کے جاننے کے بغیر شرک فی الصفات اور شرک فی الحقوق سے بچنا غیر ممکن ہے ہی۔ لہٰذا کچھ مختصر سی تفصیل اُس کی بیان کی جاتی ہے۔ تو اُس کو اچھی طرح سے یاد رکھ اور ہر طرح کے شرک سے خود کو بچا رکھ۔

پس جان لے کہ خدائے عز وجل کے صفاتِ خاصّہ جو اُس کی ذاتِ اقدس کے ساتھ خاص ہیں سو یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات سے آپ موجود ہے۔ یعنی اپنے وجود اور ہستی اور ہستی میں کسی دوسری چیز کا ہرگز محتاج نہیں ہی کیونکہ خود اُس کی ذات سی وہ حقیقت ہے کہ جس سے موجودیت پائی جاتی ہے۔ یعنی اُس کی ذات ہی ابوالوجود یہ ہے۔ اور اسی بنا پر

وہ قدیم بھی ہے اور باقی بھی۔ یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی بھی اور اسی بناپر اسکی ذات نہ تو محدود ہے اور نہ معدود۔ کیونکہ نہ تو اُس کو کوئی شروع ہے اور نہ کوئی آخر اسلئے کہ جس چیز کو شروع اور آخر ہوتا ہے وہ ایک حدِ خاص کے اندر مقید رہتی ہے اُسکا وجود خود اُسکی ذات سے ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ وہ اپنے وجود میں دوسری چیز کی محتاج رہتی ہے۔ اور وہ خدائے پاک ہر طرح کے صفاتِ کمالیہ کے ساتھ متصف ہے۔ اور ہر طرح کے نقص وعیب سے قطعاً منزہ اور پاک ہے۔ اور حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام وغیرہ جتنی صفتیں کہ اُسکی ہیں وہ بھی سب کی سب اُس کی ذات کے جیسی ہی قدیم اور باقی اور کامل ہیں۔ اور ہر طرح کے نقصان وعیب سے بالکل پاک ہیں علم اُس کا بالذات ازلی، اور حضوری اور ہر وقت سارے مخلوقات پر محیط ہے، مخلوقات کا کوئی ذرّہ اور کوئی حال، خواہ ظاہر کا ہو یا کہ باطن کا، اُس کے علم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اور قدرت اُسکی ایسی کامل ہے کہ جو کچھ وہ چاہے خود ہی کرسکتا ہے۔ سارے مخلوقات ملکر اگر چاہیں کہ اُس کے چاہے کے خلاف کریں تو کبھی اور کسی طرح سے ایک سرِ مُو بھی اُسکے چاہے کا خلاف ہرگز نہیں کرسکتے۔ جو کچھ اُس کا چاہا ہے آجتک وہی ہوا کیا۔ اور ہوتا بھی ہے اور ہوگا بھی۔ اور جو اُسنے نہیں چاہا وہ نہ آجتک ہوسکا۔ وہ نہ آگے بھی کبھی ہوسکتا ہے۔ علی العموم یہی اُس خدائے پاک کی خاص صفتیں ہیں جن کے ساتھ دوسروں کو بھی متصف جاننے اور ماننے سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔

اور خدائے عزّ وجل کے حقوقِ خاصّہ، جن کا مستحق دراصل وہی اکیلا خدا ہی سوا ہے کہ اُسی کو سجدہ کریں اور اُسی کو معبود مانیں اور اُسی کو سب سے بڑھکر بزرگ جانیں۔ اور اُسی کا نام لیکر جانوروں کو ذبح کریں اور اُسی کے گھر کا حج کریں اور اُسی کا (یعنی اُس کی عبادت کے قصد سے) روزہ رکھیں۔ اور اُسی کے ہر ایک حکم کو مانیں۔ یعنی واجب التعمیل جانکر اُسکی تعمیل کریں۔ اور اُسی کے حلال کو حلال اور اُسی کے حرام کو حرام مانیں، اور اُسی کے اچھے کہے ہوئے کام کو اچھا اور بُرے کہے ہوئے کام کو بُرا جانیں اور اُسی کی نذر اور منّت مانگیں۔ یہی حقوقِ مختصّہ ہیں۔ اللہ جل شانہ کے۔ کہ جن کا دوسرے کیلئے

ادا کیا جاتا شرک فی الحقوق کہلاتا ہے۔ پس طالب خدا کو چاہیئے کہ خدائے عزّ وجل کی ان صفاتِ مختصّہ کے ساتھ نہ تو کسی دوسرے کو متصف جانے اور مانے اور نہ اُس کے حقوق مختصّہ کو دوسرے کے لئے ادا کرے۔ یعنی خدائے پاک جل شانہ کے سوائے کسی دوسرے کو موجود بالذات اور قدیم اور ازلی، اور باقی ابدی اور غیر معدود اور غیر محدود، اور تمامی صفات کمال کے ساتھ متصف بالذات اور تمامی نقصانات وعیوب سے بذاتِ خود منزہ اور پاک۔ اور بالذات ہر وقت۔ سارے مخلوقات پر علم محیط رکھنے والا اور ہر چاہے ہوئے فعل کے کرنے پر بالذات پوری قدرت رکھنے والا ہرگز نہ جانے اور ہرگز نہ مانے اور سوائے خدائے پاک کے کسی دوسرے کو سب سے بڑھکر بزرگ نہ جانے اور نہ مانے اور کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرے۔ (گو کہ عبادت کی نیت نہ رکھتا ہو) اور سوائے خدائے پاک کے دوسرے کا نام لیکر جانور ذبح نہ کرے۔ اور سوائے خدائے پاک کے کسی دوسرے کو دعاؤں کا بذاتِ خود سُننے والا اور حاجتوں کا بذاتِ خود بر لانے والا نہ جانے اور نہ مانے۔ اور خدا کے گھر یعنی کعبۃ اللہ کے سوائے کسی دوسرے کے گھر کا حج اور طواف (بہ نیتِ عبادت) نہ کرے اور سوائے خدا کے دوسرے کی عبادت کی نیت سے روزہ نہ رکھے۔ اور سوائے خدائے پاک کے کسی کو قادر بالذات مان کر اُسکی نذر اور منت نہ مانے اور خدا کے حکم کے خلاف میں کسی دوسرے کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔ اور خوب یاد رکھے کہ جو شخص کہ اس شرک فی المعبودیت سے باز نہ رہیگا اور نہ بچے گا اور بے دغدغہ اس شرک کے کام کریگا۔ تو در اصل مسلمانوں میں اُس کی گنتی ہو ہی نہیں سکتی۔ پس اولاً طالبِ خدا پر اور ثانیاً ہر مرد وعورت پر پہلا فرض یہ ہے کہ اس شرک فی المعبودیت سے جو ظاہر میں اور علانیہ بُرائی اور گناہ میں سب سے زیادہ اونچے درجہ کا شرک ہے بالضرور بچا ہوا ہے۔ اور خدائے عزّ وجل اپنے فضل وکرم سے ہر مسلمان مرد وعورت کو اور خاصکر طالبانِ خدا کو تعالیٰ شانہ اس شرک فی المعبودیت کی بلائے عظیم سے بچا وے۔ اور پناہ میں رکھے آمین ثم آمین ✦ اور اگرچہ اس شرک فی المعبودیت کی

بلا سے بچنا ہر کس و ناکس کیلئے دشوار ہے۔ مگر اُس کا طریق یہ ہے جو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل چوتھی - جو طالبانِ خدا کہ اس پہلے درجے کے شرک فی المعبودیت سے پورا بچنا چاہتے ہیں یعنی جو لوگ کہ خدا کے سوائے دوسرے کو اپنا معبود اور مطاع بنانا نہیں چاہتے اور خدا کو ہی اپنا معبود و مطاع بنانا چاہتے ہیں اور خدا کو ہی سب سے زیادہ بزرگ ماننا چاہتے ہیں اُن پر فرض یہ ہے کہ وہ شرک فی المقصودیت سے بچیں۔ اور اس سے باز رہیں۔ اور یہ شرک فی المقصودیت وہ دوسرا شرک ہے کہ جس کے ترک کرنے کے بغیر آدمی شرک فی المعبودیت سے پورا ہرگز نہیں بچ سکتا اور شرک فی المقصودیت عبارت ہے اس امر سے کہ آدمی غیر خدا کو اپنے دل کا مقصود بناوے اور پر ظاہر ہے کہ جسوقت غیر خدا آدمی کے دل کا مقصود بنا رہے تو پھر اُس وقت میں اُس کے نزدیک خدا سب سے بڑھکر بزرگ اور پیارا کیونکر ہوگا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ آدمی کی طبیعت کا خاصہ ہی یہی ہے کہ جس چیز کی طرف اُس کے دل کا قصد اور میلان ہوگا اُسی چیز کو وہ سب سے زیادہ بزرگ اور سب سے بڑھکر پیارا جانیگا۔ اور اُسی کا ہر ایک کہا اور اُسی کا ہر ایک حکم مانیگا۔ یعنی جب تک آدمی کے دل میں غیر خدا کیطرف رغبت اور میلان ہو اور اُس کی محبت رہیگی تب تک وہ آدمی لامحالہ خدائے پاک کی عبادت اور طاعت میں اور اُس کے حکم ماننے میں بالضرور قاصر اور ناقص رہیگا ہی۔ اور خدا کی نافرمانی ضرور اُس سے صادر ہوا کریگی۔ اور جب تک اُس غیر خدا کا خیال آدمی کو لگا ہوا ہے تب تک اُس کو بالضرور خدا کی یاد سے غفلت رہیگی۔ اسلئے کہ آدمی کے دل کی بناوٹ اور سرشت اور فطرت ہی، اس قسم کی ہے کہ، جب تک اُس میں کسی ایک بات کا خیال جما ہوا اور بھرا ہوا رہتا ہے تب تک اُسکے مخالف خیال کا اُسمیں ہرگز گذر ہی نہیں ہو سکتا۔ تو خود اپنی حالت پر غور کر کہ جب تیرے دل میں کوئی ایک بات خوشی کی خوب جمی ہوئی اور چھائی ہوئی رہتی ہے تو کیا اُسوقت میں تیرے دل میں غمی اور پریشانی کے خیال کا پتہ بھی کہیں پایا جاتا ہے ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اور بدستور جب تیرے دل میں۔ کوئی ایک بات غمی اور پریشانی کی خوب

ہی جمی ہوئی اور چھائی ہوئی رہتی ہے۔ تو کیا اُسوقت بھی کوئی خوشی کا نشان محسوس ہو سکتا ہے بھی۔ ہرگز نہیں محسوس ہو سکتا۔ تو پھر تسلیم ہی کرنا پڑا کہ جب تک تیرے دل میں غیر خدا کا قصد اور اُس کی محبت اور اُسکی طرف رغبت اور میلان موجود ہوگا۔ تب تک تیرے دل میں خدا کا قصد اور اُسکی محبت اور اُس کی طرف رغبت اور میلان ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بات قطعاً لازمی ہے کہ تو اُسوقت پر بالضرور خدا کی یاد سے غافل اور خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کاہل رہیگا ہی۔ کیا تو نے وہ مثل نہیں سُنی جو کہی جاتی ہے "انسان یہ یک آن بہ دو طرف متوجہ نمے شود"۔ یعنی آدمی ایک ہی وقت میں دو مخالف چیزوں کی طرف کامل توجہ نہیں کر سکتا۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دوں ... ایں خیال است و محال است و جنوں

پھر تو جب تو، اس پہلے درجہ کے شرک فی المعبودیت سے یعنی غیر خدا کو معبود و مطاع جاننے جاننے اور ماننے اور گرداننے کے شرک سے پوری طور پر خود کو بچایا چاہتا ہی تو، تجھ پر فرض اور لازم ہے کہ تو پہلے شرک فی المقصودیت سے یعنی غیر خدا کی طرف اپنے دل کو رغبت کرنے اور غیر خدا کو اپنے دل کا مقصود گرداننے اور غیر خدا کے ساتھ محبت پیدا کرنے کے شرک سے خود کو بچا ہوا رکھے۔ یعنی غیر خدا کو ہرگز اپنے دل کا مقصود نہ بناوے۔ کیا تو نے وہ نہیں سُنا جو حضرت پیران پیر، پیر دستگیر سید محی الدین عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہم نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے۔ "حُبُّكَ صَنَمُكَ"، یعنی جس چیز کی محبت تیرے دلمیں ہوگی وہی چیز بُت ہوگا اور تو اُسی کی پرستش اور پوجا کرنے والا ہوگا۔ لھٰذا اُس طالب خدا کو جو شرک فی المعبودیت سے خود کو پورا بچانا چاہتا ہے، لازم اور ضروری ہی کہ وہ پہلے اپنے کو شرک فی المقصودیت سے بخوبی بچا ہوا رکھے۔ غیر خدا کا قصد اور اُسکی محبت، ہرگز اپنے دل میں نہ رکھے۔ اور اُس شرک فی المقصودیت سے بچنا اور باز رہنا بھی اگرچہ کہ فی الواقع نہایت ہی دُشوار ہے مگر اُس سے بچنے کا طریق یہ ہی کہ جو آگے ذکر کیا جاتا ہی۔ بس چاہیئے کہ تو اُسکو اچھی طرح سے خیال میں رکھے اور جان لے۔

فصل پانچویں۔ جو طالب خدا کہ اس دوسرے درجہ کے شرک فی المقصودیت

سے پورا بچنا، اور ہر طرح پر اُس سے باز رہنا چاہتا ہے تو اُسپر فرض ہو کہ وہ تیسرے درجے
شرک فی المشہودیت سے خود کو بچا ہوا رکھے۔ اور شرک فی المشہودیت وہ تیسرے درجہ
کا شرک ہو کہ جس کے ترک کرنے کے بغیر آدمی شرک فی المقصودیت سے پورا ہرگز نہیں
بچ سکتا۔ اور اس شرک فی المشہودیت کے معنے غیر خدا کو اپنی نظر میں بسا لینے کے ہیں۔
اور ظاہر تر ہے کہ جب تک نظر میں غیر خدا بسا ہوا ہے تب تک خدا کا قصد اُس کے
دل میں کیونکر آسکتا ہے ہرگز نہیں آسکتا۔ کیونکہ آدمی کی طبیعت ہی ایسی بنائی گئی ہے
کہ جو چیز اُسکی نظر میں بس گئی ہوگی۔ اُسی چیز کی طرف اُسکے دل کی رغبت اور اُسکے
دل کا قصد ہوگا۔ اور وہی چیز اُسکے دل کی مرغوب اور اُس کے دل کی مقصود ہوگی
اور اُسی چیز کی محبت اُس کے دل میں رہیگی۔ چونکہ انسان کو دیکھنے، سُننے، سونگھنے
چکھنے، چھونے وغیرہ کی۔ اور فوائد اور خوبیوں کے اور ضرر اور نقصان کے پانے
اور پہچاننے کی قوتیں دی گئی ہیں۔ لہٰذا، اُسکے اِردگِرد کی، آس پاس کی چیزوں
کے اُسکو نظر آنے اور اُن کے فوائد اور خوبیوں کے اور اُن کے ضرر اور نقصانات
کے محسوس ہونے کے سوائے انسان کو چارہ ہی نہیں اور جب انسان کو عالم کی چیزیں
اور اُن کے فوائد اور خوبیاں اور ضرر اور نقصانات چار و ناچار محسوس ہوتے ہی ہیں تو جنمیں
کہ خوبیاں اور فوائد پاتا ہے اُن کی طرف اُس کی رغبت اور جن میں کہ ضرر کو محسوس کرتا ہے
اُن سے اُسکا تنفر ایک امر طبعی ہے ہی۔ کہ انسان کو جس سے کسی طرح گزیر ہے ہی نہیں
پس اُس طالب خدا کو جو سوائے خدائے پاک کے دوسری چیز کو اپنی نظر میں بسا لینا نہیں
چاہتا ہو، چاہیئے کہ یہ خیال کرے کہ ان چیزوں کی رغبت یا قصد یا ان چیزوں سے تنفر، جو
میرے دل میں پیدا ہو رہا ہے سو لا محالہ اُن اُن کے فوائد و ضرر کے سبب سے ہی ہے۔ نہ کہ
اور کسی سبب سے۔ اور وہ منافع و ضرر جو ان چیزوں میں پائے جاتے ہیں سو آیا اُن کے ذاتی
ہیں یا کہ اُن کے خالق اور پیدا کرنے والیکی طرف سے اُن میں ودیعت کے طور پر رکھے
گئے ہیں۔ فوراً اس امر کو خوب سوچے اور سمجھے۔ اور جب کہ رات دن کا مشاہدہ اور تجربہ
شاہد واثق ہے اس امر کا کہ خود یہ چیزیں اور اِن کے منافع و ضرر دونوں بھی زوال پذیر

اور محدود ہیں تو اس پر سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ یہ منافع اور خوبیاں یا یہ ضرر و نقصانات ان اشیاء کے ذاتی نہیں ہیں پھر تو لا محالہ اقرار ہی کرنا پڑا کہ جب خالق عزّ و جل کی طرف سے کہ یہ کمالات ان اشیا میں ودیعت کے طور پر رکھے گئے ہیں صرف وہی خالق عزّ و جل تعالیٰ و تقدس اکیلا ہی نظر میں بسا لینے کے لائق تر اور قابل تر ہے۔ نہ کہ یہ اشیاء زوال پذیر اور فانی۔ کیونکہ یہ چیزیں اور ان کے کمالات اگر موجود مستقل ہوتے تو کبھی ان پر زوال اور فنا طاری نہ ہوتا۔ اور جب روزمرّہ کا مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ یہ اشیاء اور اُن کے کمالات زوال و فنا پذیر ہیں ہی تو پھر تسلیم ہی کرنا ہو گا کہ یہ کمالات اُن اشیا کے ذاتی نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کے خالق پاک جل شانہ کی طرف سے یہ کمالات ان میں ایک مدّت مقررہ تک ودیعتاً رکھے گئے ہوئے ہیں۔ پھر تو اُسی خالق پاک جل شانہ کو کہ جسکی طرف سے یہ کمالات ان اشیا میں ظہور پذیر اور جلوہ فرما ہوئے ہیں، اپنی نظر میں بسا لینا اور اُسی کو مشہود ماننا واجب ٹھیرا۔ **لھٰذا** تُو یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھ کہ جب غیر خدا تیری نظر میں بس گیا تو اُس غیر خدا کی طرف تیرے دل کی رغبت اور دل کا قصد پیدا ہو گا ہی۔ اور جب وہ غیر خدا تیرے دل کا مقصود ٹھیرا تو تیرے نزدیک وہی غیر خدا سب سے زیادہ بزرگ اور پیارا ٹھیرے گا ہی۔ اور تو اُسی غیر خدا کی اطاعت ہی کریگا۔ اور اُسی کا حکم مانے گا ہی۔ اور اُس کے آگے اپنے سر کو جھکائے گا ہی۔ کیونکہ جو چیز نظر میں مشہود رہتی ہے وہی چیز دل کی مقصود ہوتی ہے اور جو چیز کہ دل کی مقصود ہوتی ہے وہی چیز معبود و مطاع ہوتی ہے۔ پس جو شخص کہ خدائے پاک ہی معبود برحق اور سب سے زیادہ بزرگ اور پیارا جاننا اور ماننا چاہے اُس شخص کو لازم ہے کہ وہ اُسی خدائے عزّ و جل کو ہی کہ جس کے فیض وجود سے کمالات کو عالم بھر کی چیزوں میں پا رہا ہے۔ ہمیشہ اپنی نظر میں رکھے اور اُسی کو اپنی نظر میں بسا لیوے اور اُسی کو مشہود جانے اور مانے تاکہ وہی خدائے پاک اُس کے دل کا مقصود بنا رہے اور وہی خدائے پاک اُس کا معبود اور مطاع بنا رہے۔ اشیائے عالم میں جو کمالات کہ ظہور پذیر ہیں اُن کو اُن کے ذاتی ہرگز نہ تصوّر کرے۔ ورنہ اس شرک میں کہ اُس کا نام مشہودیت کا

کسی طرح بچ نہیں سکتا۔ اور اس شرک فی المشہودیت سے بچنا بھی اگرچہ بالکل دشوار ہے مگر اس سے بچنے کا طریق یہ ہے جو آگے ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ پس تُو اُسکو اچھی طرح سے سمجھ لے۔

فصل چھٹی ۔ جو طالب مولیٰ تعالیٰ شانہٗ کے اس تیسرے درجہ کے شرک فی المشہودیت سے خود کو پورا بچانا چاہتا ہے تو اُس پر فرض ہے کہ وہ چوتھے درجہ کے شرک فی الموجودیت سے خود کو پورا بچا ہوا رکھے۔ اور یہ شرک فی الموجودیت وہ چوتھے درجہ کا شرک ہے کہ جس کے ترک کرنے کے بغیر آدمی شرک فی المشہودیت سے پورا ہرگز نہیں بچ سکتا کیونکہ شئے کی مشہودیت فرع ہے۔ اُس کی موجودیت کی۔ اور تجربہ اور مشاہدہ اور دلائل سے ثابت ہے کہ اشیائے عالم میں سے کوئی شئے بھی بہ ذات خود موجود مستقل نہیں ہے۔ تو پھر جو چیز کہ موجود بالذات یعنی موجود مستقل ہوگی اُسی کو اپنی نظر میں موجود اور مشہود ماننا ہی فی الواقع بجا اور انسب اور اولیٰ۔ بلکہ فرض ضروری الادا ٹھہرا ہی۔ پس جو شخص کہ خدائے پاک کو ہی اپنی نظر میں مشہود گردان لینا اور بسا لینا چاہتا ہے تو اُسپر فرض ہے کہ وہ کسی غیر خدا کو اپنی نظر میں موجود بالذات ہرگز نہ جانے اور نہ مانے۔ اور اصل میں دیکھو تو بات بھی یہی سچّی اور صحیح ہے بھی۔ کیونکہ جتنی چیزیں کہ عالَم بھر میں پائی جاتی ہیں اُن میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو خود بخود اپنی ذات سے آپ موجود بن گئی ہو اسلئے کہ جو چیز کہ خود بخود اپنے سے آپ موجود ہو سکتی ہے وہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہرگز نہیں رہتی۔ اور وہ چیز کبھی زوال پذیر اور محدود نہیں رہ سکتی اور اُس کی ذات پر ایسا تغیر اور تبدل وارد نہیں ہو سکتا۔ جو آخر اُس کو فنا پذیر گردانے اور ہم بہ چشم خود دیکھتے ہیں کہ عالم بھر میں جتنی چیزیں کہ ہیں وہ سب کی سب محدود اور تغیر و تبدل پذیر ہیں۔ اور جو تغیر کہ اُن میں پایا جاتا ہے وہ اس طرح کا ہے کہ وہ چیزیں آخر اُس سے فنا پذیر ہو ہی جاتی ہیں اور مشاہدہ اس تغیر و فنا پذیری کا انسان اور حیوان اور نباتات میں سُرعت کے ساتھ اور جمادات میں بہ نسبت اُن کے دیری کے ساتھ اور طبیعیات میں بہ نسبت اُن سب کے بالکل ہی زیادہ دیری کے ساتھ موجود پایا جاتا ہے

الحاصل جبکہ عالم بھر میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں کہ محدودیت اور زوال پذیری کے عیب سے متصف نہ ہو۔ پھر تو اسپر سے ثابت اور واضح ہوگیا کہ عالم بھر کی چیزیں سب کی سب جس وجود اور ہئیپن سے کہ موجود اور ہے نظر آتی اور بنتی اور کہلاتی ہیں۔ سو وہ وجود یا ہئیپن یا ہستی اُن اشیاء کی ذاتی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وجود کہ جس کے سبب سے یہ اشیا موجود بنی ہیں اگر ان کا ذاتی ہوتا تو ان میں محدودیت اور زوال پذیری ہرگز نہ پائی جاتی۔ اور ہمارے روزانہ معاینہ اور مشاہدہ اور تجربہ کی شہادت کے ساتھ یہ اشیاء عالم محدودیت اور زوال پذیری اور تغیر کے ساتھ متصف ہیں ہی تو پھر اچھی طور پر واضح ہوگیا کہ یہ وجود اور ہئیپن اور ہستی کہ جس کے سبب یا جس کے فیض سے یہ تمام اشیائے عالم موجود نظر آتی اور بنتی اور کہلاتی ہیں سو صرف اُسی ذات پاک، حی وقیوم موجود بالذات، جل شانہ کے وجود اور ہئیپن کا ہی ایک پرتو ہے اُس خدائے پاک جل شانہ نے اپنے ہی وجودِ مقدس کے پرتو کو جسکو زبانِ شریعت میں نفسِ رحمانی اور اصطلاحِ صوفیہ میں وجود عام کہتے ہیں۔ ان تمام موجودات کی صورتوں پر منبسط گردانا ہے۔ اسی بنا پر اُسکو وجود منبسط علےٰ ہیا کل الموجودات بھی کہا کرتے ہیں۔ یہ تمام صور و اشکالِ اعدامیہ اسی وجود منبسط سے فیض یافتہ ہوکر موجود فی الخارج ہوئی ہیں اور ہوتی بھی ہیں۔ اور ہونگی بھی۔ جیسے کہ سیاہی کے وجود سے ہی تمامی حروف موجود ہوئے۔ اور ہوتے ہیں یعنی جسطرح پر کہ سیاہی کے وجود کے سوائے حروف کے لئے کوئی مغائر و مبائن الگ وجود نہیں ہے اُسی طرح عالم کی ان تمامی چیزوں کے موجود ہونے کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ کے وجود پاک کے پرتو (کہ جسکو نفسِ رحمانی اور وجود عام کہتے ہیں) کوئی مغائر اور جُدا گانہ وجود نہیں ہے یعنی جس وجود سے کہ عالم کی یہ تمام چیزیں (خواہ عالمِ امر کی ہوں یا کہ عالمِ خلق کی) موجود اور ہے۔ بنی ہیں اور بنتی ہیں۔ اور بنیں گی بھی۔ سو وہ وجود اُسی خدائے پاک، حیؔ وقیوم جل شانہ کے وجود پاک کا ہی ایک پرتو ہے۔ نہ کہ ان اشیا کا وجود ذاتی۔ اور جبکہ وہ وجود کہ جس سے یہ اشیائے عالم موجود ہوئی اور ہوتی ہیں۔ سو خدائے عزّ وجل کے وجود پاک کا ہی

پر تو ٹھیرا تو پھر جو کمالات کہ ان اشیا میں پائے جاتے ہیں سو وہ سب کے سب اُسی وجود حق سبحانہ و تعالےٰ شانہ کے ہی ٹھیرے نہ کہ ان اشیا کے ذاتی۔ کیونکہ کمال وجود کی صفت ہی نہ کہ عدم کی۔ اور انسان کا دل جو اشیا کی طرف رغبت اور میلان کرتا ہی اور اُن کا قصد کرتا ہے صرف اُنہی کمالات کے سبب سے ہی کرتا ہے جو اُن اشیا کے تعینات میں پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جس چیز میں کہ کسی طرح کا کوئی کمال نہ پایا جائے۔ یعنی انسان کو محسوس نہ ہو تو انسان اُس چیز کی طرف ہرگز رغبت اور میلان نہیں کرتا اور وہ چیز کبھی اُسکی نظر میں نہیں بستی۔ اور وہ چیز کبھی انسان کے دل کی مقصود نہیں بن سکتی۔ اور جب تحقیق کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ ان اشیائے عالم میں جو کمالات کہ محسوس ہوتے ہیں سو وہ سب حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے ہی وجود پاک کے ہیں نہ کہ ان اشیا کے ذاتی۔ تو پھر طالب خدا کو چاہیئے کہ غیر خدا کو حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے وجود کے پرتو کے سوا کسی مغائر و جُدا گانہ وجود کے ساتھ موجود مستقل جاننے اور ماننے کے شرک سے بالکل بچا ہوا رہے تا کہ غیر خدا بالاستقلال اُس کی نظر میں بس جانے اور مشہود ہونے نہ پائے۔ اور جب غیر خدا اُس کی نظر میں نہ بسا اور مشہود مستقل نہ رہا تو پھر غیر خدا کبھی اُسکے دل کا مقصود ہرگز بن سکتا ہی نہیں۔ اور جب غیر خدا اُسکے دل کا مقصود ٹھیرا ہی نہیں تو پھر غیر خدا کبھی اُسکا معبود و مطاع بھی ہرگز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ قاعدۂ کلیۂ مسلمہ ہے کہ جو چیز کہ آدمی کی نظر میں بس جاتی اور مشہود ہو جاتی ہے وہی چیز آدمی کے دل کا مقصود بنجاتی ہے۔ اور آدمی کے دل کا قصد جسکی طرف ہوا کرتا ہے وہی اُس کا معبود و مطاع ہوا کرتی ہے۔ اور جبکہ طالب حق کی نظر میں تمامی کمالات وجودِ حق کے ہی ہیں۔ جو انسان کو اپنی طرف راغب گردانتے ہیں تو پھر بجز ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے دوسری کوئی چیز اُس کی نظر میں نہیں بس سکتی اور مشہود نہیں ہو سکتی۔ پھر تو حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے سوائے دوسری کوئی چیز بھی اُس کا معبود و مطاع ہرگز نہیں بن سکتی۔ یہاں پر قابل یادداشت ایک رمز صحیح جو دعوی سالک راہِ خدا کی صحت و بطلان کی کسوٹی ہے۔ سو یہ ہے کہ حالتِ شعور میں حکم خدا۔ یا حکم رسولِ

خدا کے معلوم اور یاد رہنے کے باوجود اُس کے خلاف میں اپنی خواہشِ نفس کے مطابق یا کسی دوسرے شخص کی مرضی کے مطابق مدعیٔ سلوک سے کسی عمل یا کام کا سرزد ہونا اس امر کی شہادت قطعی دیتا ہے کہ وہ عمل کرنیوالا اُس وقت عمل میں خود کو یا اُس شخص غیر کو (جسکی مرضی کے مطابق یہ عمل ظہور میں آیا ہے) موجود مستقل جانتا اور مانتا ہے اور آپ یا وہ شخص اُسوقت عمل میں، عامل کی نظر میں بالذات بسا ہوا اور مشہود ہے اور آپ یا وہ شخص غیر ہی اُسوقت میں عامل کے دل کا مقصود ہے اور آپ یا وہ شخص غیر ہی اُس وقت میں عامل کا معبود و مطاع ہے۔ اور آپ یا وہ شخص غیر ہی اُسوقت عامل کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور سب سے زیادہ پیارا ہے۔ خدائے عزّ وجل یا اُسکا رسول اکمل اُس وقت عمل میں اُس عامل کی نظر میں نہ تو بسا ہوا اور مشہود ہے اور نہ اُس کے دل کا مقصود ہے اور نہ اُسکا معبود و مطاع ہے۔ اور نہ سب سے بڑھکر بزرگ اور سب سے بڑھکر پیارا ہے۔ یہی رمز ہے جو حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:- "زانی جب زنا کرتا ہے اور چور جب چوری کرتا ہے تو اُس کا ایمان اُس سے جُدا ہو جاتا ہے۔" کیوں نہ ہو اُس وقت میں تو اُسکی غرضِ نفسانی یا وہ شخص غیر جسکی رضا جوئی کے لئے یہ نافرمانی ظہور میں آئی ہے۔ اُس کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور پیارا ہے ہی۔ اسی بنا پر تو وہ اُسوقت باوجود حکمِ خدا و رسولؐ کے یاد رہنے کے اُسکے خلاف میں وہ عمل پیرا ہے، کام کر رہا ہے۔ اور خدائے عزّ وجل نے ایسے ہی لوگوں کی شان میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ "افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ" یعنی اے میرے رسول مقبول کیا تم نے اُس شخص کو نہیں دیکھا کہ جسنے اپنی خواہشِ نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا ہے اور اسی وجہ سے تو آں سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات ارشاد فرماتے ہیں کہ "جب تک کہ خدائے پاک کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی اولاد سے بھی بڑھکر پیارا نہ جانے اور نہ مانے تب تک تم میں سے کوئی شخص بھی ایمان والا نہیں ہو سکتا" پھر تو بخوبی تمام واضح ہو گیا کہ غیر خدا کو موجود مستقل ماننا ہی آدمی کی نظر میں غیر خدا کے بس جانے اور مشہود ہو جانے کا سبب ہوتا ہے اور غیر خدا کا نظر میں مشہود ہونا اور بس جانا

ہی آدمی کے دل میں غیر خدا کے مقصود رہنے کو لازم گردانتا ہے اور غیر خدا کا مقصود دل بنا لینی بنے رہنا ہی آدمی کو غیر خدا کا عابد اور مطیع اور فرمان بردار بنا تا ہے۔ لہذا طالب خدا کو چاہیئے کہ وہ غیر خدا کو ہرگز موجود مستقل یعنی موجود بالذات، صاحب فوائد وکمالات ذاتیہ ہرگز نہ جانے اور نہ مانے تاکہ غیر خدا، اُس کی نظر میں بس جانے اور مشہود ہوجانے نہ پائے اور اس غیر خدا کی مشہودیت کے ذریعہ سے غیر خدا اُس کے دل کا مقصود نہ بنجائے اور اس غیر خدا کے مقصود دل بنجانے کے ذریعہ سے غیر خدا ہی اُس کا معبود ومطاع نہ بنجائے الغرض عالم بھر کی چیزوں میں سے کسی چیز کو بھی موجود مستقل بالذات نفع وضرر کے پہنچانیوالی جاننا اور ماننا ہی شرک کا اصلِ اصول ہے۔ کیونکہ دراصل موجود مستقل اور بالذات نافع وضار سوائے خدائے پاک حی وقیوم جل شانہ کے دوسری کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ سوائے خدائے عزّ وجل کے دوسری کسی چیز کو موجود بالذات اور بالذات نافع وضار جاننے اور ماننے والا ہرگز مومن حقیقی ومسلمان تحقیقی نہیں ہے۔

فصل ساتویں - اے طالب عزیز تو اچھی طرح سے جان لے اور یاد رکھ لے کہ الٰہی معبودیت اور مقصودیت اور مشہودیت اور موجودیت کے چاروں، شرک کے دور کرنے کے لئے ہی کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ آیا ہے۔ چنانچہ اُس کلمۂ طیبہ سے مذکورہ چاروں شرک کے دور کرنے کی توضیح بفضلہ تعالیٰ شانہ، تجکو معلوم ہوگئی۔ پھر بھی مختصر طور پر اچھی طرح سے ذہن نشین ہونے کے لئے یہ کھلی ہوئی تقریر کیجاتی ہے تو اُس کو اچھی طرح سے سمجھ لے۔ اور یاد رکھ لے کہ جب اس کلمۂ طیبہ کے پہلے جملہ اوّل توحید خدائے پاک میں غیر خدا کے معبود ہونے کی نفی کی گئی ہے اور تلقین کر دیا گیا ہے کہ سوائے خدائے پاک کے (جس کا نام نامی اور اسمِ گرامی اللہ ہے) جل جلالہ وعظم برہانہ، دوسرا کوئی معبود (یعنی غیروں سے عبادت اور اطاعت کے لینے کے لائق نہیں ہے تو اس پر سے صاف ظاہر ہوگیا کہ غیر خدا میں سے کوئی چیز بھی معبود ومطاع، مانے جانے کے لائق اور سزاوار نہیں ہے۔ کیونکہ لفظ الٰہ اور معبود کے معنے دراصل ایک چیز کے ہیں جو فی الواقع سب سے زیادہ بزرگ ہو اور سب کا سرا ایک کہا مانا جائے۔ کیونکہ

لفظ عبد کے معنے غلام کے ہیں جسپر مالک کے ہر ایک کہے کا ماننا واجب ہوتا ہے
عبادت کے معنے فقط سجدہ کرنے کے ہی نہیں ہیں بلکہ مالک کے حکم کی فوری تعمیل کے
ہیں جیسے کہ کریمۂ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ
لکم عدو مبین ۔ سے ظاہر و باہر ہے ۔ کیونکہ شیطان کوئی مجسّم چیز ہے ہی نہیں
جو اُس کے روبرو سر زمین پر رکھا جائے ۔ بلکہ وہ انسان کے دل میں بُرے اور
بیجا خیالات اور وسوسوں کے ڈالنے والی ایک لطیف شئے مخلوق ہے ۔ جو انسان
کے آنکھوں سے نظر نہیں آتی ۔ پھر تو معلوم ہو گیا کہ عبادت کے اصلی معنے، کسی کو
فی الواقع اپنی جان سے بھی بڑھکر پیارا اور سب سے بزرگ تر ماننے اور اُس کے حکم
کی فوری تعمیل کرنے کے ہیں ۔ اور جبکہ ہمارے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام
نے ہمکو یہ تعلیم دی کہ سوائے خدائے عزّ و جل کے دوسری کوئی چیز معبود برحق یعنی سب سے
زیادہ بزرگ (جس کا ہر ایک حکم واجب التعمیل مانے جانے کے قابل ہو) نہیں ہی تو پھر
اُسی کے ضمن میں ہمکو اس امر کا بھی اقرار کرنا لازم ہو گیا کہ سوائے خدا کے دوسری کوئی
چیز اس قابل بھی نہیں کہ ہم اُس کو اپنے دل کا مقصود قرار دیں ۔ کیونکہ قاعدہ ہی کہ
جو چیز کہ آدمی کے دل کی مقصود ہوتی ہی وہی چیز اُسکے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ
اور پیاری ہوتی ہے ۔ اور آدمی اُسی کے ہر ایک کہے کو واجب التعمیل مانتا ہی ۔ پھر
اسی بنا پر ہمکو ضرور ہو گا کہ ہم خدائے پاک کو ہی ہر دم اپنے دل کا مقصود گردان رکھیں
تاکہ اُس کے حکم کی تعمیل ہر لحظہ واجب مانی جائے اور فوراً اُسکی تعمیل کیجائے اور
اُسی کے ضمن میں ہمکو اس امر کا ماننا بھی لازم ہو گیا کہ سوائے خدائے پاک جل شانہٗ کے
دوسری کوئی چیز اس قابل بھی نہیں کہ ہم اُسکو اپنی نظر میں مشہود گردان لیں اور بسا لیں
کیونکہ جو چیز کہ آدمی کی نظر میں ہمیشہ بستی اور مشہود رہتی ہے وہی چیز آدمی کے دل
کی مقصود ہوا کرتی ہی ۔ اور جب ہمپر یہ فرض ہو گیا کہ سوائے خدائے پاک کے
دوسری چیز کو اپنی نظر میں مشہود گردان لیں اور نہ بسا لیں تو اُس کے ساتھ ہی اُس کے
ضمن میں ہمکو اس امر کا بھی اقرار کرنا ہی پڑیگا کہ سوائے خدائے پاک کے کسی دوسری

چیزکو ہم موجود بالذات یعنی موجود مستقل صاحب کمالات وفوائد نہ جانیں اور نہ مانیں
کیونکہ قاعدہ مسلمہ یہ ہے کہ انسان جس چیز کو موجود بالذات اور صاحب کمالات
وفوائد جانتا ہے وہی چیز اُس کی نظر میں ہمیشہ بسا کرتی اور مشہود ہوا کرتی ہے
اور پہلے ہی سے یہ ثابت اور متحقق ہو چکا ہے کہ عالم کی تمام اشیاء اور اُن میں
بہ ظاہر پائے جانے والے کمالات یہ سب کے سب جس وجود سے کہ موجود اور بسے
ہیں اور بنتے ہیں اور بنیں گے بھی۔ سو وہ وجود، درحقیقت حق سبحانہ وتعالےٰ شانہٗ
کے وجود حقیقی کا ہی ایک پرتو ہے۔ جس کو زبانِ شریعت میں نفسِ رحمانی) اور
اصطلاحِ صوفیہ میں وجودِ عام یا وجود منبسط کہتے ہیں۔ اور یہ امر بالاتفاق مسلمہ
کہ کمالات جو کچھ کہ ہیں سو وہ صفاتِ وجود کے ہیں۔ نہ کہ صفاتِ عدم کے تو پھر لامحالہ
اقرار ہی کرنا ہوگا کہ عالم بھر کی چیزوں میں جو کچھ کمالات کہ پائے جاتے ہیں وہ ان
چیزوں کے ذاتی نہیں ہیں۔ کیونکہ جب ان کا وجود ہی بالذات نہیں ہے تو پھر یہ
کمالات وخوبیان وفوائد ان کے ذاتی کیونکر ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہوسکتے۔
پھر تو طالبِ خدا اور مرد باایمان پر فرض ہوگیا کہ جس طرح پر وہ لفظ لاالٰہ الا اللہ سے
لامعبود الا اللہ کی مراد لیتا ہے یعنی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ سوائے اللہ پاک جلشانہ
کے دوسری کوئی چیز معبود برحق ماننے کے قابل اور لائق نہیں ہے اُسی طرح پر اُسکے
ضمن میں لفظ لاالٰہ الا اللہ سے لامقصود الا اللہ بھی مراد لے یعنی سوائے اللہ پاک
کے دوسری کوئی چیز اس قابل بھی نہیں کہ اُسکو اپنے دل کا مقصود گردانا جائے
اور بھی اُسی طرح پر اُسی کے ضمن میں لفظ لاالٰہ الا اللہ سے لامشہود الا اللہ بھی مراد
لے یعنی سوائے اللہ پاک کے دوسری کوئی چیز اس قابل بھی نہیں کہ اُسکو اپنی نظر میں
بسا لیا جائے اور مشہود کر لیا جائے۔ اور بھی اُسی طرح پر اُسی کے ضمن میں لفظ لاالٰہ
الا اللہ سے لاموجود الا اللہ بھی مراد لے یعنی سوائے اللہ پاک کے دوسری کوئی
چیز موجود بالذات ہے ہی نہیں۔

الحاصل جس طرح پر کہ خدا کو ہی اکیلا معبود جانتا اور مانتا ہے اُسی طرح

خدا کو ہی اکیلا اپنے دل کا مقصود گردانے اور اُسی خدا کو ہی اکیلا اپنی نظر میں مشہود گردانے ۔ اور اُسی خدا کو ہی اکیلا موجود بالذات جانے اور مانے ۔ کیونکہ کسی چیز کو موجود بالذات، صاحبِ کمالات، و فوائد جاننا اور ماننا ہی اُسی چیز کو آدمی کی نظر میں بسا دیتا اور مشہود گردانتا ہے ۔ اور کسی چیز کا نظر میں بس جانا اور مشہود رہنا ہی اُس چیز کو آدمی کے دل کا مقصود گردانتا ہے ۔ اور کسی چیز کا مقصودِ دل ہو جانا ہی آدمی کو اُس کا عابد اور مطیع اور فرمانبردار بنا دیتا ہے ۔ اور سب سے زیادہ بزرگ اور پیارا (اُسی چیز کو) بنا ہی چھوڑتا ہے ۔

لهذا تمامی بزرگانِ طریق کا بالاتفاق یہ کہنا ہے کہ جب تک غیر خدا سے ان چاروں باتوں کی یعنی معبودیۃ اور مقصودیۃ اور مشہودیت اور موجودیۃ کی نفی نہ کر دیجائے اور اکیلے خدائے عزّ و جل کو ہی معبود بالذات اور مقصود بالذات، اور مشہود بالذات اور موجود بالذات نہ جانے گا اور نہ مانے گا اور نہ اعتقاد رکھے گا، تب تک آدمی کا ایمان ہرگز ہرگز کامل نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ وہ شخص کسی نہ کسی شرک میں بالضرور پھنسا ہوا رہیگا ہی ۔ پس طالب خدا کو چاہیئے کہ جب یعنی جسوقت لفظ لا الٰہ الا اللہ زبان سے یا سانس سے ادا کرتا ہے ۔ اُسوقت لفظ لا الٰہ کے ساتھ ہی غیر خدا سے ان چاروں مذکورہ باتوں کی نفی کا دل میں تصور جمالیوے ۔ اور لفظ الا اللہ کے ساتھ ہی ان چاروں باتوں مذکورہ کا اثبات، اللہ پاک عزّ و جل کے لئے تصوّر کرے یعنی نفی کے وقت خیال کرے سوائے خدا کے کوئی معبود بھی نہیں ہے مقصود بھی نہیں ہے، مشہود بھی نہیں ہے، موجود بالذات بھی نہیں ہے ۔ اور اثبات کے وقت خیال کرے کہ اللہ پاک اکیلا ہی معبود ہے اور اکیلا ہی مقصود ہے اور اکیلا ہی مشہود ہے اور اکیلا ہی موجود بالذات ہے ۔ ورنہ یعنی غیر خدا سے ان چاروں کی نفی کرنے اور حق عزّ و جل کے لئے اِن چاروں کے اثبات کے کرنے کے بغیر صرف سُنے سُنائے طور پر زبان سے لا الٰہ الا اللہ کے الفاظ پڑھ لینا، یا زبان سے کہدینا آدمی کو موحد حقیقی نہیں بنا سکتا ۔ پھر تو تو کلمۂ طیبہ کی ان کیلیوں کو اچھی طرح سے

جان لے اور اچھی طرح سے یاد رکھے اور ہر لحظہ دل میں اس تصور توحید کو تصدیق قلبی کے ساتھ ایسا جمائے کہ غیر خدا کی معبودیت کا تو کیا بلکہ اُسکی مقصودیت، یا کہ مشہودیت یا کہ موجودیت کا خیال تک تیرے دل میں نہ آنے پائے یعنی کسی وقت میں بھی غیر خدا کو موجود مستقل خیال کرکے اُسپر نظر رکھنا اور اُسکی طرف رغبت اور قصد کرنے، اور خدا اور رسول کے خلاف میں اُس کے حکم کے ماننے کی نوبت ہرگز نہ آنے پائے اور جب خدائے پاک کے فضل وکرم سے طالب خدا کی یہ حالت ہوگئی اور اس درجہ کو پہونچ گیا کہ غیر خدا کو نہ موجود مستقل جانتا ہے اور نہ غیر خدا اُسکی نظر میں بستا ہے اور نہ غیر خدا کی طرف اُس کے دل میں رغبت وقصد پایا جاتا ہے اور نہ غیر خدا اُسکا معبود ومطاع ہے تو جان لے کہ اُسوقت کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا پڑھنا پورا ہوگیا اور وہ پکا مسلمان بن گیا۔ اور ایمان اُس کا کامل ہوگیا۔ اور ہر طرح کے کفر وشرک سے وہ پاک ہوگیا۔ خدائے عزّ وجل ہر طالب صادق کو بلکہ ہر مسلمان کو اپنے فضل وکرم سے اس طور پر کلمۂ طیبہ کا پڑھنا نصیب کرے آمین ثم آمین۔ اللھم ارزقنا ھذا بفضلک وکرمک یا ارحم الراحمین۔

فصل آٹھویں

اے طالب عزیز اللہ پاک تجکو دونوں جہان میں نیک بخت گردانے جب تو اس امر سے بفضلہ تعالیٰ شانہ واقف ہوگیا کہ خیالات انسانی میں کفر وشرک کے پیدا ہونے کے اسباب کیا ہیں اور کلمۂ طیبہ اپنی ترتیب لفظی ومعنوی موجود کے ساتھ کس طرح سے اُن کفر وشرک کے خیالات کو دور کرتا ہے اور انسان کو اُس کلمۂ طیبّہ کے الفاظ ومعانی حقہ کے تصوّر وتصدیق کی مزاولت کفر وشرک کی نجاست وخباثت سے کیونکر بالکل پاک وصاف کردیتی ہے۔ اور حیوانیت کے پست ترین درجے نکالکر ملائکہ کے درجہ سے بھی اعلیٰ تر درجہ کو پہونچادیتی ہے۔ اور کلمۂ طیبّہ کی اس ترتیب لفظی ومعنوی موجودہ میں جو قدرتی تجلی کہ ودیعت رکھی گئی ہے وہ انسان کو کہاں سے کہاں پہونچادیتی ہے، اور کیا سے کیا بنادیتی ہے۔ تو پھر خیال کرکہ آجکل کے اکثر خاندانی نابالغ پیران اور معرفت وطریقت کے

علم میں یکتائی کا جھوٹا دعویٰ رکھنے والے مرشدان، جو بیچارے عوام الناس،
مسلمانوں کو بہکاتے اور کہتے ہیں کہ شریعت کے مولویان جو کہتے ہیں کہ ہمارے
مسلمانی کے پانچ فرضوں میں سے پہلا فرض کلمہ پڑھنا ہے۔ بے شک بہت صحیح
اور بجا ہے۔ مگر اُن کو اُس کلمہ کی حقیقت سے خبر نہیں۔ اُس کلمہ کے اندر اصل
میں دو کفر اور چار شرک ہیں۔ جب تک اُن دو کفر اور چار شرک کو اُس کلمہ کے
اندر سے نہ نکالیں تب تک وہ کلمہ پاک ہی نہیں ہوتا۔ لھذا جو شخص کہ کلمہ پڑھنا
چاہتا ہے سو اُس کو چاہیئے کہ اس کلمہ کے اندر سے اُن دو کفر کو اور چار شرک کو
نکال کر پڑھے مگر جب تک کہ پیروں اور مرشدوں کی خدمت میں نہ جائے گا
اور اُن کا مرید نہ بنے گا، اُن کا پیالہ نہ پیئے گا، تب تک اُسکو ہرگز نہیں معلوم
ہو سکتا کہ اُس کلمہ کے اندر دو کفر اور چار شرک کون سے ہیں اور کس طرح کلمہ کے
اندر سے اُن کو نکالنا چاہیئے۔ مرشدوں کی خدمت اور اُن کے ارشاد سے جب
کلمہ کو پاک کرکے پڑھیگا تو تب اُس کا ایمان کامل ہوگا۔ ورنہ عمر بھر پڑھا کرے
تو کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

سو یہ کہنا اُن کا کسقدر باطل پرستی اور ہٹ دھرمی ہے۔ اے طالب خدا اگر
تو کچھ بھی انصاف کی نظر سے دیکھیگا اور تھوڑی سی بھی سیدھی سمجھ کے ساتھ خیال
کریگا تو آسانی کے ساتھ تجھکو معلوم ہو جائیگا کہ آجکل کے ایسا کہنے والے پیران
اور اس طور پر دم مارنے والے مرشدان خود ہی کس پرلے درجہ کے گمراہ اور
جاہل اور دوسروں کو گمراہ اور بے ایمان بنانے میں کیسے بڑھے چڑھے کامل ہیں
کہ اُن کی ان باتوں پر سے اُن کو مسلمان تک کہنے کی اجازت، خدا اور رسول کے
فرمان کے بموجب نہیں مل سکتی۔ تو خود غور کر اور سوچ اور سمجھ کر دیکھ۔ حضرت
خاتم الانبیاء، دو جہان کے سردار محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو
اُن کے دل سے ہر طرح کے کفر و شرک کو دور کرنے اور پاک کرنیکے واسطے جس کلمہ
طیبہ کی تلقین اور تعلیم فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ یعنی کلمہ لا آلہ الا اللہ وہ

حرام گردانتا ہے۔ ایسے کلمۂ طیبہ کو کفر و شرک سے بھرا ہوا بتاکر خود کو اسکے مقابلے قرار دینے سے بڑھکر کیا دُنیائے اسلام میں کوئی کفر ہے ہبھی ہرگز نہیں ہے کیونکہ جس خدائے پاک نے کہ اس کلمہ کو نازل فرمایا، وہ فرماتا ہے ءَ انتم اعلم ام اللہ یعنی کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا کہ اللہ پاک زیادہ جاننے والا ہے اور تعلیم آلٰہی جو حضور سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی ہے فی الواقع سب سے اکمل اور ارفع ہے۔ باآں دیکھو تو کہ یہ نابالغ پیرانِ بدمست، خود پرست کیسے اجہل اور خود پرستی میں کیسے اکمل ہیں کہ خود کو معبود قرار دیکر مریدوں سے علانیہ سجدے لیتے ہیں اور سب کے روبرو اُن کی زبان سے خود کو معبود کہلواتے ہیں۔ حالانکہ حضرت رسول مقبول علیہ الصلٰوۃ والسلام جو فی الواقع تمامی انبیاء کے خاتم اور خدا کے بعد سب سے زیادہ بزرگ مسلّم ہیں اور سب سے زیادہ خدا کے مراتب تنزیہ و تقدیس کے جاننے والے اور سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھنے والے۔ اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور پیارے ہیں وہ کبھی کسی انسان سے خود کے لئے سجدہ ہرگز نہیں لیتے تھے۔ بلکہ صاف علانیہ طور پر فرماتے تھے کہ غیر خدا کو ہرگز سجدہ نہ کرو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک بار آپ سے پوچھا بھی کہ ہم نے درختوں اور جانوروں کو آپ کے روبرو سجدہ کرتے دیکھا ہے لہٰذا ہم کو بھی آپ اجازت دیں کہ ہم بھی آپکا سجدہ کیا کریں۔ تو آپنے فرمایا کہ اگر سوائے خدائے پاک کے کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بی بی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔ اَے عزیز و گرامی محبو! غیروں سے سجدہ لینے کو اس طرح پر سخت منع کرنے والے حضرت خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور اون کی آل پاک کی طرف (کہ جنھوں نے کبھی کسی سے سجدہ نہیں لیا اور غیر خدا کے روبرو سجدہ یا سر رکھنے سے اپنے دم آخر زیست تک لوگوں کو منع کرتے رہی) اپنے نسب او سلسلۂ خلافت کی نسبت پہونچانے والے ان ناخلف گدّی نشینوں کی اس ڈھٹائی اور بے ہیر گی کو تو دیکھو کہ یہ بے روک ٹوک ہر صبح و شام اپنے مریدوں اور چیلوں سے دھڑا دھڑ سجدے لیا کرتے ہیں اور اُن کی زبان سے

خود کو معبود کہلواتے ہیں پس ناظرین کرام ہی، برائے خدا انصاف کی رو سے فرمائیں کہ کیا دنیائے اسلام میں اس سے بڑھکر بھی کوئی شرک جلی اور کفر روشن نکل آ بھی سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو دراصل قطعاً کفر قطعی اور دعوی خدائی ہے ہی، اور سنئے تو کہ ان میں سے بعض سفاک، بے باک، چلتے پرزے یہ تاویل بھی پیش کرتے ہیں کہ ہم تو ہمارے روبرو زمین پر سر نہیں رکھواتے ہیں بلکہ دو نو مشت کے نراُنگشتوں پر سر رکھا جاتا ہے۔ یہ تو حقیقی سجدہ نہیں ہے جو سات اعضا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس کا بجالانا دوسرے کے روبرو حرام ہے۔ پھر ہم پر یہ الزام ناحق کیوں لگایا جاتا ہے۔ مگر کوئی اسوقت ان حضرات پیرانِ نابالغ سے یہ تو پوچھے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسّلام کو (کہ جن کے آل میں داخل رہنے کے سبب سے آپکی بزرگی کیجاتی ہے) اس آپ کے غیر حقیقی اور نیم سجدہ کی کیوں نہیں سوجھی۔ صحابۂ کرام کو اپنے روبرو اس ادھورے غیر حقیقی سجدہ کے ہی کرنے کی اجازت آپ نے کیوں نہیں دی۔ آپ کی اس تقریر سے بخوبی واضح ہوگیا کہ گویا آپ کا دعویٰ ہے کہ احکامِ دین کے سوچنے سمجھنے میں آپ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسّلام سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے ہیں۔ جو اس نئی تراش کے سجدہ کو آپنے ایجاد فرمایا۔ معاذ اللہ اللہ کی پناہ یہ تو سچ مچ وہی مثل ہوئی جو کہی جاتی ہے۔ ع

گرو تو گڑ ہی رہے پر بن گئے چیلے شکر

دراصل بات جو پوچھو تو یہ ہے کہ شیطانِ رجیم جو انسان کا دشمنِ قدیم ہے غیر ولی سے سجدہ لینے کے اس شرکِ جلی میں بنی آدم کو پھنسانے کے لئے اِن حضرات ناستودہ صفات کے دل میں حیلۂ جواز سجدہ کی یہ ایک نئی تراش کا ابہام ڈال دیا ہے۔ جس پر یہ انجان بھولے بھالے سادہ لوح حضرات بغیر کسی طرح کی سوچ بچار کے اُس مردود کے دام میں آہی گئے ہیں۔ علمِ دین کے مطلقاً نہ رہنے کے سبب سے سخت دہوکا کھا گئے ہیں۔ چونکہ ان ناخلف پیرانِ نابالغ کی ذات ایسے صدہا کفر و شرک کی منبع و مرجع ہے ہی لہذا اپنے ان عیوب کو عوام الناس کی نظر سے چھپانے اور اپنے تقدس کو

اُن پر ظاہر کرنے کے لئے یہ حضرات یوں چھپاتے ہیں کہ (میاں ظاہر کے عالموں مولویوں کے کہنے پر جو تم کلمہ پڑھا کرتے ہو جس کو کلمۂ طیبہ کہا کرتے ہو۔ خود اُسی کے اندر دو کفر اور چار شرک موجود ہیں۔ طریقت، حقیقت، معرفت کی خبر ہی عالموں کو کب ہے یہ بھید بزرگوں سے سینہ بسینہ چلے آتے ہیں۔ ہمارے مرید بن جاؤ۔ پیالہ پی لو۔ تو پھر تم کو چھپے رمز سے واقف و آگاہ کر دینگے۔ اور بتا دینگے کہ دیکھو اس کلمہ کے اندر یہ دو کفر اور یہ چار شرک ہیں۔ ان کو نکالکر کلمہ اس طور سے پڑھا کرو) معاذ اللہ من ذلک۔ اللہ کی پناہ۔ اے عزیز و گرامی سمجھو۔ کیا اس سے بڑھکر اور کوئی بیہودہ کلام ہو بھی سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور کیا ان حضرات کا یہ کہنا فی الواقع چھوٹا منہ اور بڑی بات نہیں ہے۔ ضرور ہے ہی۔ قرآن قطعی الثبوت فرماتا ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھہم ان یقولون الا کذبا۔ کیا یہ لوگ اس آیہ قرآنی کے مصداق نہیں ہیں ضرور اور بالضرور کریمۂ مذکورہ کے مصداق واقعی ہیں ہی حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے انہیں حضرات کے لئے فرمایا ہے۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست + پس بہر دستے نباید داد دست

کہا یہ فرمانا انہیں جیسے بے پیرے حضرات کی شان میں نہیں ہے۔ ضرور، انہی جیسے حضرات کی شان میں ہے۔ پھر تو خدا پرستوں کو چاہیئے کہ کبھی ایسے خود پرستوں کے دامِ تزویر میں نہ پھنس جائیں۔ ایسے لوگوں سے اسقدر چوکنے رہیں کہ ان کے سایہ سے بھی پرہیز رکھیں تاکہ اپنا ایمان سلامت رکھ لیں۔ اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ جو کوئی بھولا بھالا ان کے دام میں پھنس گیا تو وہ بیچارہ اپنے دین و ایمان کو کھو کر، خسر الدنیا و الآخرہ ہو کر دیو مرید ہی بن جاتا ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے ؎

ایں چنیں شیخے اگر سازد مُرید + دیو کے زاید بجز دیو مرید

اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان کو ایسے پیرانِ نابالغ کے پنجۂ فریب سے بچائے آمین ثم آمین

فصل نویں ۔ اے احباب مودت انتساب آپ نے یہ ضرب المثل سنی ہوگی

کہ خوبصورتی پر رسولی بھی پھوڑا کرتی ہے۔ بدستور ان بے پیرے پیروں اور نابالغ مرشدوں میں سے بعضے حضرات مشیخت مآب، تیزمزاج، حاضر جواب ایسے بھی ہیں جو انجان، بے علم مسلمانوں کا تو کیا بلکہ چھوٹے موٹے علم والوں کا بھی اپنی چرب بانی اور بے تکی تک بندی سے ناطقہ ہی بند کئے دیتے ہیں اور اپنے دعوے کی سند میں یہ تقریر پیش کرتے ہیں کہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمۂ طیبہ کہنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس مجموعہ کے اندر کوئی ناپاک چیز ہی نہو۔ ہرگز یہ ضروری نہیں کیا تم بکرے یا اور کھانے کے لائق جانوروں کو مطلقاً حلال نہیں کہتے ہو۔ ضرور ان کھانے کے لائق جانوروں کو تم حلال کہتے ہی ہو۔ اور کہنا ہی ہوگا۔ مگر ان کھانے کے لائق جانوروں کو حلال کہنے سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ ان جانوروں کے اجزا میں سے کوئی جزو حرام ہی نہیں۔ ہرگز نہیں لازم آتا۔ بلکہ ظاہر ہے کہ ان حلال جانوروں میں خون، پوست، پتہ، بال، سینگ، گوبر، چمڑہ وغیرہ بہت سی چیزیں قطعاً حرام بھی موجود ہیں ہی اور اسی لئے جب ان جانوروں کو کھانا چاہتے ہیں تو ان میں سے ان سب حرام اجزاء کو نکال کر ہی پکاتے اور کھاتے ہیں۔ پس اسی طرح پر کلمۂ مذکورہ کو اگرچہ کلمۂ طیبہ کہا جاتا ہے مگر اس کے اندر بھی دو کفر اور چار شرک موجود ہیں اسلئے جب تک کہ ان کو اس کلمہ کے اندر سے نہ نکال دیں تب تک وہ کلمہ فی الحقیقت ہرگز پاک ہو نہیں سکتا۔ میرے گرامی محبّو! دینی بھائیو!! ان بے پیروں کی اس بے تکی تقریر کے جواب کو بھی بہ غور صحیح سنئے کہ کسی صاحبِ عقلِ سلیم پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں ہے کہ بکرے، مرغ، وغیرہ کھانے کے لائق جانوروں کو جو حلال کہا جاتا ہے۔ سو صرف اونہی چیزوں یا اونہی اجزاء کے اعتبار سے حلال کہا جاتا ہے۔ جو بعد ذبح کے اور پاک کرنے کے کھانے کے قابل اور حلال ہیں۔ ان جانوروں کے تمامی اجزاء کے اعتبار سے حلال نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ جن جانوروں کا کھانا حرام ہے ان میں بھی یہ اجزائے حرام، حرام ہی ہیں۔ اگر حلال جانوروں کو ان کے تمامی اجزاء کے اعتبار سے حلال کہا جاتا تو پھر ان کو ذبح کرنیکا حکم ہی کیوں دیا جاتا۔ علاوہ برآں قرآن پاک میں اور احادیث صحیحہ میں ذکر

میں آچکا ہے کہ جانوروں میں فلاں فلاں اجزاء حرام ہیں۔ جیسے کہ قرآن پاک میں خون کے اور نجاستوں کے حرام ہونے کی اور احادیثِ صحیحہ میں دوسرے اجزاء کے حرام ہونے کی تصریح مذکور و موجود ہے ہی من شاء التفصیل فلیراجع الیہا۔ اور جب یہ امر واضح ہوگیا کہ حلال جانوروں کو جو حلال کہا جاتا ہے سو صرف انہی اجزاء کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جو حلال ہیں۔ مطلقاً تمامی اجزاء کے اعتبار سے نہیں کہا جاتا۔ برخلاف کلمۂ طیبہ کے۔ کیونکہ اس کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جو لفظ کلمۂ طیبہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ کلمۂ مذکورہ کے تمامی الفاظِ موجودہ پر (اُن کی ترتیب موجودہ کے ساتھ ہی) اطلاق کیا گیا ہے۔ نہ کہ اُن میں سے بعض لفظوں کے اعتبار کرتے۔ جیسے کہ تفصیل اسکی آگے کی فصل میں بہ توضیح تمام آتی ہے۔ پھر تو معلوم ہوگیا کہ بنا اس تمثیل و قیاس کی محض فاسد اور صرف لاعلمی اور جہل محض پر ہے اور غرض اس تمثیل سے فقط عوام الناس بے علم مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی ہی ہے۔ اے میرے دینی بھائیو! تم خود انصاف کرو اور غورِ صحیح کے ساتھ دیکھو کہ قولِ مذکور ان پیرانِ نابالغ کا جو کہتے ہیں کہ (جس طرح پر کہ حلال جانوروں کے اندر کئی ایک حرام چیزیں بھی موجود رہتی ہیں اور اُن میں سے اُن حرام چیزوں کو نکال دینے کے بغیر وہ جانور پورے پاک اور حلال اور کھانے کے قابل نہیں ہو سکتے بدستور کلمۂ طیبہ میں بھی دو کفر اور چار شرک موجود ہیں۔ اس لئے اُن کے نکال دینے کے بغیر کلمہ پاک نہیں ہو سکتا) یہ قول کس قدر کھلا ہوا سفید جھوٹ اور کیسا ابطل الباطل اور لغو محض ہے۔ یہ لوگ خدا اور رسول پر کتنا بڑا جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ذرا اُسکی تفصیل تم اچھی طرح سے سُن لو اور سیدھی سمجھ کے ساتھ غور کرکے دیکھو کہ یہ قول اُنکا کس قدر بڑا جھوٹ اور فقط دھوکا ہی دھوکا ہے۔ پس جان لو کہ اُن کا یہ قول مذکور اگر فی الواقع صحیح اور سچا ہے۔ تو اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ جس طرح پر کہ حلال جانوروں میں کئی ایک حرام اجزاء اور کئی ایک حلال اجزاء، یہ دونوں طرح کے اجزاء موجود ہیں اور وہ جانور ان دونوں طرح کے اجزاء کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح پر کلمۂ طیبہ کے اندر بھی۔ باقی

رکھنے کے اور نکال دینے کے دونوں طرح کے الفاظ کا موجود رہنا لازم ہو جاتا ہے یعنی دو کفر اور چار شرک جملہ چھ لفظوں کے سوائے (جن کو نکال دینا ضروری کیا جا رہا ہے) خدا کی معبودیت کے اقرار اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار ان دونوں طرح کے اقرار کے لفظوں کا بھی بالفعل کلمۂ طیبہ میں موجود رہنا (مثال مذکور پر قیاس کرتے ہوئے) نہایت ہی ضروری اور لازم قطعی ہو جاتا ہے۔ تاکہ جس طرح پر کہ حلال جانوروں میں سے (جو دونوں طرح کے اجزاء کا مجموعہ ہوتے ہیں) حرام اجزاء کو نکال کر باقی کے حلال اجزاء کھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح پر کہ کلمہ طیبہ میں سے بھی (بہ موجب اُن نابالغ پیروں کے قول کے) دو کفر اور چار شرک جملہ چھ لفظوں کو نکال دیکر باقی کے (اقرار توحید خدا و اقرار رسالت کے) الفاظ پڑھ لئے جائیں۔ لہٰذا واجب اور ضروری ہو گیا کہ کلمۂ طیبہ کے اندر، نکال دینے کے اور پڑھے جانے کے دونوں طرح کے غیر مکرر الفاظ یا جملے کم از کم آٹھ بالفعل موجود ہیں جیسے کہ حلال جانوروں کے اندر دونوں طرح کے اجزاء موجود رہتے ہیں۔ اور ادنیٰ سے ادنیٰ الف با تا پڑھنے والے شخص کو بھی یہ بات بخوبی معلوم ہے جسکا گواہ مشاہدہ اور معاینہ بھی موجود ہے کہ کلمۂ طیبۂ معلومہ کے اندر کل غیر مکرر لفظان چھ اور غیر مکرر جملے دو سے زیادہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہیں جیسے کہ تفصیل اُس کی آگے کی فصل میں بیان ہوگی۔ پس اگر کلمۂ طیبہ میں سے ہم موجودہ ان چھوں لفظوں کو بھی نکال دیں (کیونکہ ان نابالغ پیروں کے قول کے بموجب دو کفر اور چار شرک جملہ چھ چیزوں کا کلمہ میں سے نکال دینا ضروری ہی) تو پھر کلمہ میں کوئی لفظ باقی ہی کہاں رہتا ہے۔ جو اقرار توحید خدا اور اقرار رسالت پر دلالت کرے بھی۔ اس لئے کہ کلمہ کے اندر تو غیر مکرر الفاظ چھ سے زیادہ ہیں ہی نہیں۔ پھر تو صاف ظاہر ہو گیا کہ بکرے وغیرہ حلال جانوروں پر (جو دونوں طرح کے اجزاء کا مجموعہ ہوا کرتے ہیں) کلمۂ طیبہ کے مجموعۂ الفاظ کو خیال اور قیاس کرنا لغو محض اور سراسر باطل ہی ہے۔ اور سوائے اسکے دوسری بہت بڑی قباحت واقعی اظہر من الشمس یہ ہے کہ کفر خدا و رسول کے وجود کے انکار کو، یا اُن کے احکام کی تعمیل کے انکار کو کہتے ہیں

اور شرک خدا کی ذات میں یا صفات میں یا حقوق میں دوسروں کے شریک کرنیکو
کہتے ہیں۔ تو پھر ثابت ہو گیا کہ بغیر پائے جانے جملہ کے صرف اکیلے لفظ پر نہ کفر کا اطلاق
کیا جا سکتا ہے اور نہ شرک کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ کلمۂ
طیبہ میں صرف دو ہی جملے موجود ہیں۔ ایک[1] لا الٰہ الا اللہ اور دوسرا[2] محمد رسول اللہ
اور جس ترتیب لفظی و معنوی کے ساتھ کہ یہ دونوں جملے موجود ہیں۔ ہر ادنیٰ سا صرف ونحو
کا جاننے والا بھی بخوبی جانتا ہے کہ اس ترتیب موجودہ کے ساتھ یہ دونوں جملے ہر طرح کے
کفر و شرک کو دور کرنے کے لئے موضوع ہیں جیسے کہ اس امر کی تفصیل ابھی توضیح کے ساتھ
اوپر گذر چکی ہے یہاں پر اعادہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ پھر تو باوجود اس امر کے کہ
کلمۂ مذکورہ میں صرف دو ہی جملے ہیں ان میں ایک اقرار توحید خدا کے لئے اور دوسرا
اقرار رسالت حضرت محمد مصطفیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لئے موضوع بالاعلان ہے، یہ دعویٰ
کرنا کہ کلمۂ مذکورہ کے اندر دو کفر اور چار شرک موجود ہیں۔ کیا علانیہ خبط بیّن اور صریح دیوانہ
پن نہیں ہے۔ بالضرور ہے ہی۔ کیونکہ کفر اور شرک کا اطلاق بغیر جملے کے صرف اکیلے
لفظ پر کسی صورت سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر بفرض محال اکیلے لفظ پر ہی کفر کا یا شرک کا
اطلاق کریں اور اسی خیال باطل کی بناء پر کلمہ میں سے موجودہ چھوں لفظوں کو نکال ہی
دیں تو پھر کلمۂ مذکورہ میں دوسرے الفاظ ہی کہاں باقی رہتے ہیں جو اقرار توحید خدا
اور اقرار رسالت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلب ادا ہو سکے اسلئے کہ کلمۂ مذکورہ
میں تو فی الواقع غیر مکرر الفاظ چھ سے زیادہ ہیں ہی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ کلمۂ
مذکورہ کی ترتیب لفظی موجودہ کو مختلف طور پر بدل کر دیں تو کفر و شرک کا مطلب ادا
کرنے والے جملے ان ہی لفظوں میں سے تیار نکل آتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ
نئے جملے جو ترتیب موجودہ کے بدل دینے سے تیار نکل آئیں گے۔ تو وہ ان ترتیب موجودہ
کے بدل دینے والوں کی طرف کے تراشیدہ جملے ہوں گے۔ نہ کہ خدا کی طرف سے نازل
شدہ۔ اور آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اس کلمۂ طیبہ میں (جو ایک ترتیب موجودہ کے
ساتھ متداول ہی) دو کفر اور چار شرک موجود ہیں۔ یہ کیسی کھلی ہوئی بے انصافی

اور علانیہ ظلم صریح ہے کہ کلمۂ طیبہ کی موجودہ ترتیب میں اپنی طرف سے تبدیل و تغیر کرکے نئے جملے ایسے پیدا کریں جن سے کفر و شرک کے مضامین ظاہر ہوں اور خدا اور رسول پر جھوٹا بے بنیاد الزام رکھیں کہ خدا و رسول کی طرف سے جس کلمہ کی تعلیم دی گئی ہے اُس میں خود ہی دو کفر اور چار شرک موجود ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ - استغفر اللہ خدا کی پناہ - اے میرے مکرّم دینی بھائیو! آپ ہی کچھ نظرِ انصاف سے دیکھو تو کہ ان نابالغ پیروں کی یہ کیسی بے حیائی ہے اور خدائے پاک اور اُس کے رسولِ پاک پر یہ ان کا کیسا کھلا ہوا جھوٹا بہتان لگانا ہے - خدا ہی ایسے بے سمجھوں سے اچھی طرح سمجھے - اور بس -

فصل دسویں - اے عزیز باتمیز جان لے کہ کلمۂ طیبہ موجودہ متداولہ کے اندر جو غیر مکرر الفاظ کہ موجود ہیں سو وہ صرف یہی چھ لفظ ہیں لَا - اِلٰہ - اِلَّا - اللہ محمّد - رسول - جیسے کہ ابتدائے رسالہ ہذا میں بھی اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور ان غیر مکرر چھ لفظوں میں سے کیا کوئی مسلمان یا ایمان یا کوئی عاقل و دانشمند، یا کوئی ذی شعور شخص لفظ اللہ کو یا لفظ محمد کو یا لفظ رسول کو یا لفظ الٰہ کو کسی طرح پر کہہ بھی سکتا ہے کہ یہ کفر و شرک کے الفاظ ہیں - کیونکہ پُر ظاہر ہے کہ کفر و شرک کا اطلاق جملہ پر کیا جا سکتا ہے - نہ کہ لفظ مفرد پر اور علاوہ بر ان ہر شخص جانتا ہے کہ لفظ اللہ خدائے پاک عزّ و جل کی ذاتِ مقدس کا، مبارک اور بزرگ نام ہے - اور بدستور لفظ محمد اُس خدائے پاک کی طرف سے بھیجے گئے ہوئے پیغمبر آخر الزمان، خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اور بزرگ نام ہے - اور لفظ رسول کے معنے تو خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہوئے شخص کے ہیں - تاکہ بندوں کو دین کے احکام کی تعلیم دے - اور لفظ الٰہ کے معنے تو معبود کے ہیں - اور ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ الفاظِ مذکورہ کے معانی حقّہ صحیحہ یہی ہیں - پھر اگر کوئی کور دل، ناپاک باطن ان پاک سے پاک مبارک لفظوں کو یوں کہے کہ یہ الفاظ کفر کے، یا شرک کے ہیں تو کیا وہ پاگل خانہ کو بھیجدینے کے قابل نہیں ہوگا - وہ تو قطعًا اس امر کے قابل اور لائق ہے ہی کیونکہ

پس ظاہر ہے کہ ان الفاظ مذکورہ میں سے ہر ایک لفظ بذاتِ خود مفرد ہے اور کفر و شرک کا
اطلاق ایسے جملے پر ہوا کرتا ہے جس سے کفر کے یا شرک کے معنے ظاہر ہوں۔ نہ کہ اکیلے
اور چھٹے لفظوں پر۔ اور علاوہ برآں الفاظ مذکورہ میں سے ہر ایک پاک لفظ ایک پاک اور
مقدس اور محترم چیز کا نام ہے۔ جو ہر ایک ایمان والے اور سیدھی سمجھ والے کے نزدیک واجب التعظیم
اور لازم الاکرام چیز ہے اور ان الفاظ مقدسہ سے جس ترتیب کے ساتھ کہ دو جملے بنے ہوئے موجود
ہیں اون میں سے پہلا جملہ لا الٰہ الا اللہ تو بالاتفاق اقرار توحید خدائے عزّ و جل کے لئے اور
دوسرا جملہ محمد رسول اللہ اقرار رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے موضوع
اظہر و اشہر ہے۔ اس ترتیب موجودہ کے ساتھ ان جملوں پر کفر یا شرک کا اطلاق کرنا بالاتفاق
تمامی اہل اسلام کے نزدیک کفر قطعی اور محض دیوانہ پن، اور خدا اور رسول پر نرا جھوٹ باندھنا
ہے۔ اور اب ان غیر مکرر چھ لفظوں میں سے دو لفظ جو لا اور الا سے باقی ہیں۔ ان دونوں
میں سے لفظ لا تو بالاتفاق حرف نفی ہے۔ جسکے معنے اردو میں نہیں کے ہوتے ہیں اور لفظ
الا بالاتفاق حرف استثنا ہے۔ جسکے معنے مگر یا سوائے کے ہوتے ہیں اور خود ظاہر ہے کہ
زبانِ عرب کے قواعد میں حرف ایسے لفظ کو کہتے ہیں کہ جب تک اُس کے ساتھ دوسرا کوئی
لفظ نہ لگایا جائے اُسکے معنے مقصود معلوم ہی نہیں ہوتے۔ جیسے فقط لفظ لا یا نہیں کے
کہدینے سے یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کس چیز یا بات کی نفی کی گئی۔ اور لفظ الا یا مگر کے
کہدینے سے یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کن چیزوں میں سے کس چیز کی استثنا کی گئی ہے۔ پھر
تو کوئی صورت ہی نہیں کہ اکیلے لفظ لا یا الا کو کفر و شرک کے لفظ کہہ سکیں۔ اور اس بات
کی بھی کسی طور سے گنجائش نہیں کہ جس ترتیب کے ساتھ کہ یہ دونوں حرف نفی اور استثنا کے
جملہ لا الٰہ الا اللہ میں رکھے گئے ہیں۔ ان دونوں حرفوں کے سبب سے اُس ترتیب کو کوئی
شائبہ کفر و شرک بھی ہو سکے پھر تو اے طالب صادق، جب کہ تجھکو صاف طور پر اور اچھی
طرح سے معلوم کیا گیا۔ یقین ہو گیا کہ کلمۂ طیبہ کے لفظوں میں سے نہ تو کوئی لفظ کفر و شرک کا ہے
اور نہ معنے ہی کسی لفظ کے کفر و شرک کے ہیں۔ اور ان غیر مکرر چھ لفظوں کے ساتھ
جس ترتیب موجودہ کے ساتھ کہ یہ دو جملے بنے ہوئے موجود ہیں اُن میں سے کسی ایک

جملہ میں بھی کوئی شائبہ تک کفر کا یا شرک کا ہے ہی نہیں۔ تو پھر تو ہی غور صحیح اور انصاف کے ساتھ سمجھ لے کہ ان بے پیرے بدمست خود پرست پیرانِ نابالغ کا قول مذکور فی الواقع کیسا سفید جھوٹ اور خدا و رسول پر کتنا بڑا بہتان اور افک مبین ہے اور انہوں نے اپنی جھوٹی شیخی کے بگھارنے کے لئے کس قدر بے ایمانی کا جال بچھا دیا ہے۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ معاذ اللہ من ذلک۔ پس اب تو ان نابالغ پیروں سے یہ تو لو پوچھ کہ آپ جو اس کلمۂ طیبہ متداولہ کے اندر سے دو کفر اور چار شرک کو جملہ چھ چیزوں کو نکال کر کلمۂ مذکورہ کو کفر و شرک سے پاک کر کے پڑھتے ہو۔ تو آپ کے اُس پاک کئے ہوئے کلمہ میں بھی یہی غیر مکرر مذکورہ چھ لفظ ہیں جو پہلے سے اُس میں موجود تھے۔ یا کہ اُن کے بدلہ میں دوسرے ہی الفاظ ان کی جگہ پر ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے اُس پاک کئے ہوئے کلمہ میں یہی غیر مکرر چھ الفاظ جو پہلے ہی سے اس کلمہ میں موجود ہیں۔ اب پاک کرنے کے بعد، موجود نہیں ہیں بلکہ اُن کی جگہ پر دوسرے ہی اور چھ الفاظ رکھے گئے ہیں۔ تو پھر اس شیطانی کلمہ اور بے ایمانی کے منتر کو آپ اپنے لئے ہی مخصوص رکھ چھوڑیں۔ آپ ہی کو اُس کا پڑھنا مبارک رہے۔ ہم بیچارے غریب محمدیوں کو جو حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے تلقین دئے ہوئے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے والے ہیں۔ اس آپ کے نو ایجاد کلمہ کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں ہے یہ طرفہ ماجرا اور بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلقین دئے ہوئے کلمہ میں سے خود خدائے عزوجل اور اُس کے رسول اکمل و اجل کے ہی پاک تر اور مقدس تر ناموں کو نکال کر اُن کے بدلہ میں جب دوسرے ہی الفاظ داخل کر کے آپ ایک اور ہی کلمہ بنا لیتے ہو اور پڑھتے ہو تو پھر تم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین ہی یا اُن کے آل و اہل ہی کیونکر ہو سکتے اور کہلا سکتے ہو۔ آپ لوگ صورتِ مذکورہ میں کسی صورت سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ تو آل و اہل ہو سکتے اور نہ اُن کے جانشین مانے جا سکتے ہو۔ اور دنیائے اسلام میں آپ کی عزت و بزرگی جو کی جاتی ہے محض اسی بنا پر کی جاتی ہے کہ آپ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آل یا اہل یا جانشین ہیں اور آنحضرت کی تعلیم کے جاری کرنے اور رکھنے والے ہیں۔ جب آپ اسلام کے

فرض اولین یعنی کلمۂ طیبّہ میں سے خدا اور رسول کے مبارک و مقدس ناموں کو نکال کر اُن کے بدلے
میں دوسرے ہی الفاظ داخل کرتے ہو تو پھر نصِ قرآنی یانوح انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح
کے بموجب کسی صورت سے آپکی نسبت آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ باقی ہی نہیں رہی
کیونکہ حضرت رسالت مآب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے صاف فرمادیا ہے کہ من سلك علی
طریقی فهو آلی - فرمانِ نبوی نصِ صریح ہے کہ آنحضرت کے آل واہل یا جانشین وہی مقدس
حضرات ہیں جو آپکی تعلیم کے جاری کرنیوالے اور خود بھی اُسپر عامل ہوں - نہ وہ بے پیرے
حضرات جو تعلیمِ نبوی کو بدل دیکر اپنی خواہشِ نفسانی کے مطابق اور ہی تعلیم دیں پس اگر
آپکے اُس پاک کئے ہوئے کلمہ میں کلمۂ طیبّہ متداولہ کے اندر غیر مکرر جو چھے لفظ کہ موجود ہیں
اُن کے سوا دوسرے ہی الفاظ ہیں تو ہرگز کسی طرح کا شک ہی نہیں رہا کہ وہ آپکا نو ایجاد کلمہ
فی الواقع قطعاً کلمۂ شیطانی اور یقیناً منزّبے ایمانی ہی ہے بیشک آپ ہی کے لئے مبارک رہے
ہم محمدیوں کو ہرگز ہرگز اُس نو ایجاد کلمہ کی ضرورت ہی نہیں ہے - اور اگر آپ کے اُس پاک کئے
ہوئے کلمہ میں بھی یہی غیر مکرر چھ الفاظ ہیں جو پہلے سے اُس کلمہ میں موجود تھے ہی اور ترتیب
بھی اُس نو ایجاد کلمہ کی یہی ہے جو پہلے سے اُس کی موجود تھی ہی تو پھر آپ کی اس جھوٹی
شیخی کے سارے نشے کرکرے ہی ہو گئے - آپ نے اُسکی اصلاح کی ہی کیا - کیونکہ جو الفاظ
جس ترتیب کے ساتھ کہ اُس کلمہ میں پہلے سے موجود تھے ہی اب بھی وہی الفاظ اُسی ترتیب کے ساتھ
موجود ہیں - پھر تو آپ کی قلعی پورے طور پر کھل گئی - اور صاف معلوم ہو گیا کہ صرف عوام
الناس بیچارے لاعلم مسلمانوں کو دھوکا دیکر اُن کے چکنے چوپڑے تر بتر لقموں سے اپنا پیٹ
بھرنے اور اُن کے روپیوں پیسوں سے اپنی جیبوں کو پُر کرنے کے واسطے ہی آپ حضرات
اپنی جھوٹی شیخی بگھارتے اور جھوٹی پیری مریدی کا دم مارتے پھرتے ہیں - ان حضرات کو
چاہیئے کہ کچھ تو خدا کا خوف کریں اور کچھ تو اُسکے رسول مقبول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے (یہ حضرات
جنکو اپنا جدامجد یا مقدس مرشد بتاتے ہیں) کچھ تو شرمائیں - ایک لقمہ کھانے کے اور تھوڑے
روپے پیسوں کے لئے کیوں اپنا ایمان کھوتے اور برباد کرتے ہیں اور علاوہ بر آں اپنے کو کھلانیوالے
دینے دلانے والے غریب بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی بے ایمان بناتے ہیں رہبروں کی صورت میں

رہزنی کا کام ہرگز نہ کریں۔ دوستوں کا روپ لیکر حق دشمنی ادا نہ فرماویں۔ اللھم اھدنا وایاھم صراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین ثم آمین یارب العالمین۔

وصل گیارہویں ۔اے طالب خداجب تو اوپر لکھی ہوئی تحریر و تقریر کو غور صحیح کے ساتھ دیکھیگا اور پڑھیگا تو تجکو صاف اور اچھی طرح سے معلوم تو کیا بلکہ یقین پختہ ہو جائیگا کہ کفر و شرک کی باتوں سے تو کیا اُس کے شائبہ تک سے بھی یہ کلمۂ طیبہ فی الواقع بالکل پاک اور منزہ ہے اور بذات خود یہ کلمۂ طیبہ انہی لفظوں اور اسی ترتیب موجودہ کے ساتھ ہر طرح کے کفر و شرک کو دور کرنیوالا جڑ سے اُکھیڑ دینے والا ہے اور اس کلمۂ طیبہ کے اندر کفر و شرک کے موجود رہنے کا دعویٰ کرنا خود ہی کفر قطعی اور بہت ہی بڑا شرک یقینی ہے لہذا تجکو چاہیئے کہ ایسے بے پیرے پیران نابالغ کے دام تزویر میں ہرگز نہ پھنسے اُن کے اس کہنے کی طرف ہرگز التفات تک نہ کرے اور ان اوپر لکھی ہوئی باتوں کو اچھی طرح سے یاد رکھکر ہر وقت اُن کی گوشمالی دیکر اور مسلمان بھائیوں پر اچھی طرح سے اُن کی قلعی کھول دیکر۔ یہ وہی لوگ ہیں جنکے لئے کہا گیا ہے

ع دوست سمجھے تھے جسے آہ وہ دشمن نکلا — راہبر جانتے تھے جسکو وہ رہزن نکلا

اور بھی انہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے۔ ع

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

ہاں البتہ یہ بات قابل تسلیم اور امر واقعی ہے کہ انسان کے خیالات کی بنا جب امور بیجا اور بے راستی یعنی نفس امری واقعات اور فطری صحیح حالات کے خلاف میں کوئی وہم باطل یا وسوسۂ بیجا انسان کے ذہن نشین ہو جائے تو اُس صورت میں انسان البتہ کفر و شرک کے خیالات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے تو تمامی انبیائے سابقین نے اور اُن سبھوں کے پیشوا ہمارے خاتم المرسلین نے علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام۔ انسان کے اُن خیالات باطلہ کے توڑنے اور کفر و شرک کے توہمات کی نجاست روحانی و ناپاکی باطنی کے اُن سے دور کرانے کے لئے ہی خدائے پاک جل و علا کی طرف سے یہ کلمۂ طیبۂ صحیحۂ مستقیمہ لایا۔ اور سارے بندوں کو یعنی جنوں اور انسانوں کو اس پاک ترین کلمہ ہی کی تعلیم دی اور تلقین فرمائی۔ پس طالب خدا پر پہلا فرض یہ ہے کہ اسلام الفرائض راس الایمان

والاسلام کو یعنی کلمۂ طیّبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اچھی طرح سے جانے اور اُس کے معانی صحیحۂ حقہ سے بخوبی آگاہی حاصل کرلے اور بعد اُس کے اونہی معانی حقۂ صحیحہ کے تفکّر کو تصدیق قلبی کے ساتھ ہمیشہ اپنے دل میں جما ہوا رکھے۔ یعنی اُس کے مخالف خیالات کو دل میں جمنے تک تو کیا بلکہ دل میں آنے تک نہ دے اور خوب یاد رکھے کہ بغیر اس کلمۂ طیبہ کے معانی حقّہ کے تصور کی مزاولت کے کفر و شرک کے ورطوں سے کبھی انسان کو نجات حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ بغیر اس کے نہ آجتک کسی نے راہ نجات پائی ہی۔ نہ کہ اس کے بعد کوئی بغیر اس کے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اصلی دو کفر اور چار شرک مذکور جو عالم اسباب کے حالاتِ ظاہرہ میں انسان کی انہماکِ نظر کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ سو اُن کے دور کرنے اور اُن سے بچانے اور انکو بیخ و بنیاد سے اکھیڑنے کی اصلی اور نفس الامری اور واقعی ہتھیار جو ہے سو وہ یہی کلمۂ طیّبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ کلماتِ انسانی میں جو کلمہ کہ سب سے زیادہ پاک ہی سو وہ یہی کلمۂ طیبہ ہی اسی لئے تو خدا اور رسولِ خدا نے اس کلمہ کو کلمۂ طیّبہ خطاب دیا ہی۔ سچّے راہبر ہادی صادق، یعنی مرشدِ کامل کو تلاش کر کے کلمۂ طیّبہ کے معانی حقۂ صحیحہ سے اور اُس کے مقاصد حقیقیہ سے آگاہی حاصل کرلے اگرچہ اس مختصر تحریر میں حتی الامکان اُن مقاصدِ صحیحہ کی توضیح کی گئی ہے مگر پھر بھی زبانِ مرشد سے سُن لینے کے بغیر تشفی کامل کا حاصل ہونا دُشوار ہی۔ ہاں اگر مرشدوں کی خدمت سے کچھ بھی بہرہ اندوزی حاصل ہوئی ہی تو اس تحریر سے طالب خدا اپنے شکوک کو رفع کر لے سکتا ہی۔ با اُن پھر بھی کچھ مزید توضیح اور ایک تمثیل کے ساتھ کیجاتی ہی۔ اچھی طرح سے اُسکو خیال میں رکھنا اور اچھی طرح سے اُسکو سمجھ لے کہ اے طالب خدا، انسان اگرچہ کہ قصیر القامت نحیف الجثہ اور دنیا کی بہت سی مخلوقات کے اعتبار کرتے نہایت ہی کمزور جاندار ہی مگر اپنی سرشت اور صورت نوعیہ کے اور اُس کے اندر ودیعت رکھی ہوئی قوتوں کے اعتبار سے (اگر اپنی تمامی قوتوں سے مناسب طور پر کام لیا کرے تو آخر) اسدرجہ کو پہونچتا ہے کہ ساری مخلوقات پر متصرف ہو سکتا ہی۔ ہاتھی اور شیر کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ اور آگ اور ہوا اور پانی پر اپنا تصرف جاری کر سکتا ہے۔ تاریخ انسان کے صفحات کو ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہی کہ پچھلے زمانوں میں بھی انسان ہی نے وہ کچھ کر دکھایا ہی کہ آجتک اُس کے راز کا پتہ نہیں لگتا۔ اور آج بھی انسان ہی

وہ کچھ کر دکھا رہا ہے کہ جسکی تہ کو پہونچنا ایک امر دشوار تر ہی ہے لیکن باوجود ان سب باتوں کے یعنی ان تمامی کمالات غریبہ و عجیبہ سے متصف رہنے کے باوجود بسا اوقات اپنی عزیمت کو فسخ کرنے کی نوبت اُسپر گذرتی ہے نوع انسان کے کسی فرد کو نہ آج تک اس سے چارہ ملا ہے، اور نہ آئندہ کسی کو اس چارہ کے ملنے کی امید ہو سکتی ہے لہذا چار و ناچار انسان کو آخر اس بات کا ماننا ہی پڑتا ہے کہ کوئی ایک اور کامل تر قوت بھی ایسی ضرور موجود ہے جو ان سب موجودات کی تمامی قوتوں پر بالذات غالب تر ہے اور سارے موجودات اُسی کے مغلوب ہیں اور یہی اقرار مذکور انسانی فی الواقع جواب قطعی ہے اُسی سوال کا جو ہزاروں مرتبہ ہزاروں افراد نوعِ انسانی کی زبان سے نکل چکا ہے۔ اور پھر بھی نکلتا ہی رہیگا کہ خدا کیا چیز ہے اور جبکہ انسان کو اُس کی سرشت اور فطرت خود ہی بے وساطتِ ایرے غیرے یہ سبق دے سکتی ہے اور بہتوں کو دیا بھی ہے جیسے کہ حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا وجدت ربی بفسخ العزائم۔ اور آگے بھی دیگی ہے۔ لھذا اُسی تقاضائے سرشت و فطرتِ انسانی کی ہی تکمیل کے لئے خدائے عزوجل نے اِنزالِ وحی و ارسالِ رسل کے ذریعہ سے انسان کی تائید فرمائی تاکہ اُسکی مدد سے انسان اپنی کوشش کے راستہ کو جلد طے کر کے منزلِ مقصودِ فائز المرامی دنیوی و اُخروی کو پہونچ جائے۔

اے عزیز با تمیز جب تجکو یہ معلوم ہو گیا کہ اُسی کامل تر قوت غالبہ علی الکل کو ہی انسان اپنی زبان میں علی العموم لفظ الٰہ سے تعبیر کرتا ہوا اُسی کی تلاش میں، مصروف رہکر جس چیز میں کہ اپنے سے غالب تر کوئی قوت نظر آئی اُسی کو مذکور لفظ الٰہ کا مصداق قرار دیتا ہوا اندھیری رات میں تاروں کو یا جسم میں قوتوں کو دیکھ کر خیال کرنے لگا کہ شاید یہی خدا ہوں مگر چاند کے مقابلہ میں سب تارے ماند ہی ہو گئے اور دل کے مقابلہ میں جسم کی تمام قوتیں دب ہی گئیں تو اُسی کو خیال کرنے لگا کہ شاید خدا یہی ہو۔ مگر جبکہ آفتاب عالمتاب کے مقابلہ میں ماہتاب بھی بے نور اور جان کے مقابلہ میں دل بھی مجبور ہو ہی گیا تو اُسی کی طرف خیال کرنے لگا کہ شاید یہی سب سے بڑا خدا ہے۔ لیکن آفتاب عالمتاب بھی اپنی آن بان دوڑ دھوپ کے بعد جب غروب ہونے لگا ہے اور جان بھی اس روزانہ گہرے تعلق کے باوجود عمر بھر کی محبت و مروت کے رشتہ کو توڑ کر اپنے پیارے جسم سے منہ موڑنے لگا ہے تو اُسوقت ناچار انسان کو اقرار ہی کرنا پڑا کہ عالم و اشیاء عالم

میں جو کچھ قوتیں کہ محدود پائی جاتی ہیں اُن میں سے کسی شئے کا بھی اپنی قوت کے ساتھ اُس کامل تر
قوتِ غالبہ علی الکل کا مصداقِ حقیقی ہونا تو کجا بلکہ وہ بذاتِ خود موجود ہی نظر نہیں آتی
کیونکہ اگر بذاتِ خود موجود ہونے کی قوت اشیائے عالم میں سے کسی شئی میں ہوتی تو وہ ہمیشہ سے
ہی اور ہمیشہ کے لئے ہی موجود رہ سکتی۔ بس اس خیال کے گذرنے کی ہی دیر تھی کہ ادھر سے خدائے
عزّ وجل نے بذریعۂ وحی انسان کامل کو (جسکی زبان سے لا احب الافلین کی آواز نکلی تھی)
معلوم کرا ہی دیا کہ ہاں ہاں، بس یہی بات فی الواقع صحیح اور سچّی ہے کہ اُسی کامل تر حقیقت
موجودہ بالذات غالبہ علی الکل کے سوائے دوسری کوئی چیز بھی فی الواقع اس قابل نہیں
کہ اُس کو الٰہ مانا جائے۔ بس یہی ہی مفادِ صحیحہ کلمۂ طیّبہ لا الٰہ الا اللہ کا جو فی الواقع سرشتِ
انسانی اور فطرتِ انسانی کا مقتضائے صحیح واقعی ہے جیسے کہ خود ہی وہ عزّ وجل فرماتا ہے
فاقم وجهك للدين حنيفا۔ فطرة الله اللتى فطر الناس عليها۔ اور جب یہ
بات اقتضائے فطرتِ انسانی کے مطابق وحی الٰہی سے معلوم ہوگئی تو پھر انسان کو اقرار
ہی کرنا پڑا کہ بے شک الٰہ حقیقی وہی اللہ عزّ وجل ہی جو بنفسہ مابہ الموجودیۃ ہے اور ہر طرح
کی قید حتی کہ تقیید اطلاق سے بھی منزہ و مقدس ہے اور تمامی اشیاء عالم کی موجودیت اُسی
کے وجودِ پاک کے پرتو سے ہی وجود اور کمالاتِ وجود جو کچھ کہ اشیائے عالم میں پائے
جاتے ہیں سب اُسی کے دئے ہوئے ہیں۔ ~

بن حق نہ وجود ہے کسی کو بن حق کے نہ بود ہے کسی کو

اسی سرّ غامض و رمز پوشیدہ پر ہی نظر کرتے ذکر کیا گیا ہے کہ لا موجود الا اللہ جب تک
طالب کے دل میں بخوبی جلوہ گر نہ ہوگا تب تک۔ لا مشہود الا اللہ کہنا اُس کا کامل نہ ہوگا
اور جب تک کہ لا مشہود الا اللہ کے رنگ سے اُسکا ظاہر و باطن رنگین نہ ہوگا تب تک لا مقصود
الا اللہ کہنا اُس کا پورا نہ ہوگا۔ اور جب تک کہ لا مقصود الا اللہ ظاہر و باطن دونوں میں
متجلی نہ ہوگا تب تک لا معبود الا اللہ یا الٰہ الا اللہ کہنا اُس کا اُس کے باطن کے اعتبار سے
کامل نہ ہوگا۔ پس طالب خدا کو چاہیئے کہ کلمۂ طیبہ کی اِن کلموں کو اچھی طرح سے نظر میں جما رکھے
اور معبودیت، مقصودیت، مشہودیت، موجودیت ان چاروں کی نفی، بجز حق سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ

اور ان چاروں کا اثبات، ذاتِ حق تعالیٰ شانہ کے لئے برابر کیا کرے تاکہ انسان (جو ایک کلمۂ اجل و اکمل الٰہی ہی) دونوں کفر اور چاروں شرک مذکورۂ اصلیہ سے نجات پاسکے۔ کلمۂ طیبہ دونوں جملہائے اقرارِ توحیدِ خدا و اقرارِ رسالت حضرت خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصور کو تصدیقِ قلبی کے ساتھ علی الدوام اپنے دل میں مضبوطی کے ساتھ جما ہوا رکھے اور آجکل کے جھوٹی شیخی بگھار نیوالوں کے دامِ تزویر میں نہ پھنسے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے اُن کی صحبت سے ہی پرہیز کامل اختیار کرے اور جب تک کہ ہوش باقی ہو دست بکار دل بیار کے بموجب اپنے جسم کو شریعتِ محمدی کے تابع اور اپنے دل کو طریقت وحقیقت یعنی باطن شریعت کے تابع رکھے یادِ الٰہی سے کوئی دم غافل نہ رہے۔ اتباعِ سنتِ نبوی کو ہی ذریعۂ نجات مانے اور جانے
فآخر دعونٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیدنا محمدؐ واٰلہٖ وصحبہٖ وتابعیہ وتبع تابعیہ وعلینا معہم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؕ

خاتمہ

برادرانِ اسلام کی خدمت میں گذارش ہو کہ یہ رسالہ معروف بہ "کلمہ کی کل" جناب بڑے صاحب مرحوم کے تقاضا سے تالیف کیا گیا تھا۔ صاحب موصوف اسکے طبع کرانے کی خواہش میں تھے کہ اتفاقاً راہی عالم بقا ہوگئے اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔ لہذا یوں ہی پڑا رہا۔ فقیر کے ایک محبّ صادق الاعتقاد سعید دارین یعنی کونین ذی فہم وفراست، ذی قدر وعزت۔ فقیر احمد پٹیل ابن پیر احمد پٹیل ساکن ہملی منڈولن بنگلور، حفظ اللّٰہ من الشرور نے جب رسالہ ہٰذا کو دیکھا تو بعونہٖ تعالیٰ وتوفیقہٖ نہایت ہی ادب کے ساتھ رسالہ ہٰذا کے طبع کرانے پر مستعد ہوگئے اور بہت ہی خوشی کے ساتھ رسالہ ہٰذا کے طبع کرانے کے خرچ واخراجات کا بارِ عظیم اپنے ذمہ لیلیا۔ تاکہ بندگانِ خدا اہلِ ایمان خود بھی رسالہ ہٰذا سے مستفید ومستفیض ہوں۔ چنانچہ رسالہ ہٰذا اُنہیں کے اہتمام سے طبع کردایا گیا ہے۔ خداوند کریم اُن کی عمر واقبال میں، سعادت دارین میں، دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ناظرین با تمکین سے التماس ہے کہ فقیر کے لئے اور صاحب موصوف کے لئے دعائے اختتام بالخیر فرماویں ع وللارض من کاس الکرام نصیب ؕ

حررہ الفقیر شاہ محمد ولی اللّٰہ قادری عفی عنہ

دنیا میں سب سے بہتر اور سستا علاج یونانی ہے

بیماروں کے لئے سب سے اچھی دوائیں یونانی ہیں!

دہلی فارمیسی لمیٹیڈ بنگلور

انڈین کمپنیز ایکٹ ہفتم ۱۹۱۳ء کے ماتحت رجسٹر شدہ

جنوبی ہند کا سب سے بڑا اور عظیم الشان واحد طبی کارخانہ

سرمایہ حصص پچاس ہزار روپے

جو پانچ ہزار شیئر زیر منقسم ہے اور شیئر کی قیمت دس روپے

معزز پبلک کو روح پرور خوشخبری دیجاتی ہے کہ ملک کی ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کرنے اور دیسی طریقۂ علاج یعنے فن طب یونانی کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک عظیم الشان یونانی مفردہ اور مرکب دواؤں کی کمپنی کا کثیر سرمایہ سے کواڈرنٹ روڈ (ملحقہ سپنگس روڈ) پر عسکر بنگلور میں قیام و اجرا کیا گیا ہے۔ ہندوستان بھر میں یہ ایک جدید قسم کا واحد طبی کارخانہ متصور ہے جو انڈین کمپنیز ایکٹ ہفتم کے [illegible]

دہلی فارمیسی ۴ صیغوں پر مشتمل ہے!

(۱) مفردات اور جڑی بوٹیوں کا صیغہ (۲) مرکب ادویات کا صیغہ

(۳) اشیاے انگریجی کا صیغہ (۴) یونانی شفاخانہ

غریب لوگ متوسط الحال اور عوام الناس اس عظیم الشان طبی مشن سے ہر طرح مستفید ہوسکتے ہیں۔ اور ہر شخص خواہ عورت ہو یا مرد بلا تفریق ملت اس کمپنی میں شریک ہوکر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ہر قسم کے مفردات جڑی بوٹیاں تازہ بتازہ اور ہر قسم کے مرکب ادویات مجرب عمدہ اعلےٰ اور با اصول سائنٹفک طور پر تیار شدہ اور تمام قسم کے انگریجی کے مصالحہ جات اور چیزیں اس کارخانہ میں بہ نسبت دوسری دکانوں کے ارزاں اور کم نرخ پر فروخت ہوتی ہیں۔ اور دار السلطنت دہلی کے دواخانوں کے تمام مشہور و معروف مرکب ادویات بھی اس فارمیسی سے دستیاب ہوسکیں گے۔

دہلی فارمیسی کے ساتھ ایک یونانی شفاخانہ جدید طرز پر دور حاضرہ کے مذاق کے مطابق پبلک کی خدمات کے لئے جاری کیا گیا ہے جس میں نہایت تجربہ کار قابل و حاذق سند یافتہ حکیموں کے ذریعے روزانہ صبح و شام ہر قسم کے بیماروں کا علاج معالجہ ہوا کرتا ہے اور انھیں ڈاکٹری اصول کے مطابق روزانہ چند پیسوں میں دوائیں بھی دیجاتی ہیں اور مشورہ مفت

(نوٹ) دہلی فارمیسی لمیٹیڈ کے متعلق مزید تفصیلی حالات معلوم کرنا چاہیں پراسپکٹس مندرجہ ذیل پتہ سے مفت منگوا کر ملاحظہ کریں اور شیئرز کے درخواست فارم بھی مل سکتے ہیں۔ اور میمورنڈم آرٹیکلس آف اسوسی ایشن (قواعد و ضوابط) کی قیمت ۸؍ مقرر ہے

المشتہر:- حکیم محمد عبد الرحیم اینڈ برادرز مینیجنگ ایجنٹس:-

(دہلی فارمیسی لمیٹیڈ۔ کواڈرنٹ روڈ (ملحقہ سپنگس روڈ) بنگلور لشکر